اللہ اعلیٰ و اجل

R.N — 839/64 | REGD, NO: H-494

ضلع کرنول سے شائع ہونے والا اردو کا واحد مذہبی اخبار

پندرہ روزہ

عزیز کرنول

ماہانہ ایڈیشن

ایڈیٹر: عبدالعزیز رحمانی

قیمت سالانہ
معاونین سے: دس روپے
عام خریداروں سے: چھ روپے

جلد (۳) | یکم اکتوبر ۱۹۶۸ء مطابق ۷ رجب المرجب ۱۳۸۸ھ روز سہ شنبہ | شمارہ (۷) (۱۸ و ۱۷)

اسلامی حکومت کی بنیادی خصوصیات

(از مولانا ابو محمد امام الدین رام نگری)

ہر حکومت کی کچھ بنیادی خصوصیات ہوتی ہیں، جو اسکے ہر شعبے، ہر عمل پر کارفرما اور اثرانداز ہوتی ہیں اور اسی طرح سے اسکے حدود اختیار و اقتدار میں بسنے والے تمام انسانوں پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ اگر کسی حکومت کی بنیادی خصوصیات حق و راستی، عدل و انصاف، حریت و آزادی، اخوت و مساوات، فلاح و سعادت اور اصلاح و نیکی کے عناصر موجود ہوتے ہیں تو وہ ابھرتے ہیں۔ نشوونما حاصل کرتے ہیں۔ پروان چڑھتے ہیں۔ اور رنگ دکھلاتے ہیں جس سے تمام رعایا مستفیض اور بہرہ یاب ہوتی ہے اور ملک میں عدل و انصاف، حریت و مساوات، امن و امان، فلاح و کامرانی، راحت و خوشی اور فارغ البالی و خوشحالی کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اگر اس حکومت کی بنیادی خصوصیات برعکس ہوتی ہیں، تو اسکے اثرات و ثمرات اور نتائج بھی برعکس اور مختلف ہوتے ہیں۔ اسلامی حکومت کی بنیاد خدا اور رسول اور آخرت کے عقیدہ پر ہوتی ہے۔ اس میں انسان انسان کا حاکم نہیں ہوتا حاکمیت اللہ کی ہوتی ہے تمام انسان اللہ کے محکوم ہوتے ہیں گویا انسان جو خدا ترسی، خدا پرستی، تقویٰ اور پرہیزگاری میں ممتاز ہوتے ہیں جمہور کی منظوری سے اس حکومت کے سربراہ اور فرمانروا بنائے جاتے ہیں، وہ ملک میں اپنے نہیں، جمہور کے بھی نہیں، بلکہ اللہ کے قوانین اور احکام نافذ

کرتے ہیں، اور حاکم و محکوم سب یکساں طور پر ان کے پابند ہوتے ہیں۔

ہیں۔ اسلامی حکومت نہ خود یہ عقیدہ رکھتی ہے۔ اور نہ لوگوں میں یہ

دہ محدود جس طریقے اور جس ذریعہ سے ممکن ہو زندگی کو کامیاب اور خوشحال بنانا چاہئے بلکہ اسلامی حکومت لوگوں کو تعلیم اور ہدایت کرتی ہے کہ دنیا عارضی اور فانی ہے۔ حقیقی اور پائیدار زندگی آخرت کی ہے۔ اسلئے دنیا میں ہر حال اور ہر حیثیت حق و انصاف، خدا ترسی اور پرہیزگاری کی زندگی گزارنا چاہئے کہ آخرت کامیاب ہو۔ اور اس مقصد کے لئے ہر عمل اور ہر اخلاق میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوۂ حسنہ اور معیار بنانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی لئے مبعوث فرمایا تھا اور آپ نے کامل بے لوثی اور راست بازی کے ساتھ خدا ترسی، خدا پرستی اور خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کا نمونہ قائم کیا تھا۔

یہ ہے اسلامی حکومت کی اولین بنیادی خصوصیت، اسی خصوصیت سے دوسری بنیادی خصوصیتیں کس طرح وجود پذیر ہوتی ہیں اس کی تفصیلات اسلامی حکومت کے ان سربراہ کاروں اور کارفرماؤں کے ارشادات اور اعمال سے معلوم ہوتی ہیں جنہوں نے صداقت شعاری، راست بازی اور دیانتداری کے ساتھ حکومت الٰہی کی نیابت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا حق ادا کیا جنہیں دنیا ان کو جیسے اور خلفاء راشدین کے نام سے جانتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اور اسی طرح سب کے سب عدل و انصاف، حریت و مساوات اور حکومت کے برکات و برکات سے یکساں بہرہ ور اور فیضیاب ہوتے

پیر گشتہ کر لیتے کہ جو کچھ ہے یہی دنیا ہے اور اسی دنیا کی زندگی ہے لہٰذا ظلم و جور، جبر و تشدد، بے انصافی، حق تلفی، دغا و فریب اور غداری

از: جناب صدرالدین صاحب صدر رضوی

پھر یاد تیری آئی

بیشک کیا دل نے پھر شوق نے انگڑائی
سوز غم فرقت نے پھر آگ سی بھڑکائی
جلووں کے تصور سے دل ہے شب تنہائی
انوار کی منزل ہے تخیل کی پہنائی
ہوں گوشۂ خلوت میں جیسے کہ تماشائی
اے ارض حرم مجھ کو پھر یاد تیری آئی

ہے رونق صد جلوہ ذروں کی درخشانی
ہر موج ہوا دیتی ہے دعوت عرفانی
ہے عالم ہستی ہے یا مرکز حیرانی
ہر گوشہ بیاباں پر انوار ہیں لاثانی
مشتاق نظر جن کی اور دل ہے تمنائی
اے ارض حرم مجھ کو پھر یاد تیری آئی

اللہ نے وہ دن بھی کیا خوب تجھے دکھلائے
جو مرکز وحدت میں خوشی سے گزار آئے
شمس و قمر جن کی تنویر سے شرمائے
ان جلووں کی یاد کی وہ یاد دل تڑپائے
تھی جن میں حقیقت کی رعنائی و زیبائی
اے ارض حرم مجھ کو پھر یاد تیری آئی

خالق نے ازل ہی سے تجھ پر یہ کرم رکھا
اک تجھ کو ہی مقصود اور اب کرم رکھا
کو نین کی منزل میں یوں تیرا بھرم رکھا

ہر ایک نے تجھے ہی جب تجھ ہی تو مرکز رکھا
شاہوں نے گدا بن کر کی ناصیہ فرسائی
اے ارض حرم مجھ کو پھر یاد تیری آئی

دنیا کی ملی نعمت جنبش کی بدولت
یہ ارض تیرا گر یا اللہ کی ہے رحمت
ہے ذکر خدا ہر دم یک لحظہ نہیں فرصت
حاصل ہے سکون دل کو اور جان کو ہے راحت
پیوستہ جو تجھ سے ہو ہر غم سے اماں پائی
اے ارض حرم مجھ کو پھر یاد تیری آئی

قسمت سے کوئی مجھی امید میسر ہو
اے کاش تری یاد مجھ کو پھر یہ میسر ہو
کعبہ کی طرف چل دوں تو فید میسر ہو
بلا عنت کی کوئی ایسی تمہید میسر ہو
ہر گام پہ ہو ایسا ہر رو میں ہی سائی
اے ارض حرم مجھ کو پھر یاد تیری آئی

اے شوق فراواں اٹھ اور رہی قدما کر
تو صفدر کی جانب سے عرض تمنا کر
اس ارض مقدس کو مجھے عزیز آ کر
بیمار محبت ہوں لا کچھ دوا اکر
چھٹے مرے یا مجھ سے دامان شکیبائی
اے ارض حرم مجھ کو پھر یاد تیری آئی

علیہ وسلم کے اولین خلیفہ تھے۔ انہوں نے بحیثیت خلیفہ پہلا خطبہ دیا تھا اس میں اسلامی حکومت کی بنیادی خصوصیات رکھی جا سکتی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

لوگو! میں تم پر والی مقرر کیا گیا ہوں لیکن میں تم سے کسی طرح بھی بہتر نہیں ہوں۔ اس لئے میں جب تک اچھے کام کروں تم میری مدد کرو اور جب مجھ سے کسی برائی کا صدور ہو تو مجھے سیدھا کرو۔ یاد رکھو سچائی امانت اور جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے جب تک انشاء اللہ اس کا حق نہ دلوا دوں اسی طرح تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے۔ جب تک میں انشاء اللہ اس سے حق نہ وصول کر لوں۔ یاد رکھو جو قوم جہاد چھوڑ دیگی اللہ اسے ذلیل کر دیگا اور جو قوم فحش اور بدکاری میں مبتلا ہو جائیگی اللہ اس پر عذاب ہی نازل کریگا۔ مجھ جس کام میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو تم بھی میری اطاعت کرو اور جس کام میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تم پر میری کسی طرح اطاعت واجب نہیں ہے۔

(سیرۃ ابن ہشام)

یہ ہیں اسلامی حکومت کی بنیادی خصوصیات (۱) اسلامی حکومت کا اقتدار اعلیٰ بھی اسی وقت تک جمہور کی امداد اور اعانت کا مستحق ہے جب تک وہ راستی پر قائم ہے اور لوگوں کی فلاح و بہبود کے مطابق کام کر رہا ہو (۲) اگر وہ بے راہ روی اختیار کرے اور عوام کے مفاد کے خلاف کام کرنے لگے تو نہ صرف یہ کہ اس سے چشم پوشی نہ کی جائے بلکہ اس کو اصلاح اور راستی پر لانے کی کوشش کی جائے (۳) اسلامی حکومت میں قوی اور کمزور کی بنیاد صرف حق پر ہوتی ہے۔ صاحب حق قوی ہوتا ہے اور غاصب کمزور۔ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ کمزوروں کے حقوق کی حفاظت کرے اور غاصبوں سے ان کے حقوق دلوائے (۴) حکومت کا فرض ہے کہ ملک میں بے حیائی اور بدکاری نہ پھیلنے دے۔ اس کو فواحش اور منکرات سے پاک رکھے (۵) معیار اطاعت اللہ اور رسول اللہ ہیں اور ان کی اطاعت بھی جبھی کی اطاعت واجب ہے جو اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے ماتحت ہو۔ اس سے آزاد ہو کر کسی کی اطاعت جو فرض ہے وہ اور حکومت سے مقصد را نہیں ہو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک بار مجمع سے خطاب کیا جس میں عوام اور حکومت کے امراء و عمال سب تھے۔ ان باتوں کے بعد آپ نے فرمایا

لوگو! کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ صرف تین طریقے ہیں جن کے اختیار کرنے سے یہ مال حاصل ہو سکتا ہے وہ یہ کہ حق کے ساتھ اس کو خرچ کیا جائے۔ میری اور تمہارے مال کی مثال یتیم کے ولی کی مثال ہے۔ اگر میں خوشحال ہونگا تو اس کے لینے سے احتراز کرونگا اور اگر محتاج ہونگا تو بھلائی کے ساتھ اس کو ضرورت کے موافق اپنے اوپر صرف کرونگا۔ میں کسی کو یہ موقع نہیں دونگا کہ وہ کسی کے ساتھ زیادتی کرے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو میں اس کے چہرہ کو اپنے پاؤں سے مسل دونگا کہ وہ حق کے راستے پر آجائے۔ مجھ پر تمہارے کچھ حقوق ہیں جن کو میں اسلئے بیان کرتا ہوں کہ تم مجھ سے ان کا مطالبہ کر سکو۔ میرا فرض ہے کہ خراج اور کسی کا مال جائز طریقہ سے وصول کروں اور مال میرے پاس آئے تو میں اس کو صحیح طریقے سے خرچ کروں۔ میرا یہ بھی فرض ہے کہ تمہارے وظیفوں کو بڑھاؤں اور سرحد کی حفاظت کروں۔ نیز میرا فرض ہے کہ تم کو خطرہ میں نہ ڈالوں۔ (اسوہ صحابہ جلد دوم ص۳۳)

عوام کے حقوق بیان کرنے کے بعد آپ نے والیان اور امراء کو مخاطب فرمایا۔

خبردار! میں نے تم کو لوگوں پر ڈکٹیٹر اور سخت گیر بنا کر نہیں بھیجا ہے بلکہ سیدھا راستہ دکھانے والے امام بنا کر بھیجا ہے کہ لوگ تمہارے ذریعہ سیدھا راستہ چلیں۔ تم کو چاہئے کہ لوگوں کے حقوق ادا کرو۔ ان کے ساتھ زدوکوب سے پیش نہ آؤ کہ ان کو ذلیل کر ڈالو۔ ان کی مدح اور ستائش بھی نہ کرو کہ وہ غلطی میں پڑ جائیں۔ ان کے لئے اپنے دروازے بند نہ کرو کہ جو قوی ہیں وہ کمزوروں کو کھا جائیں اور ان پر اپنے کو ترجیح دے کر ان پر ظلم نہ کرو۔ (الفاروق جلد دوم ص۱۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے بھی اسلامی حکومت کی ان بنیادی خصوصیات کا اظہار ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا یعنی حکومت اسی وقت تک عوام کی اطاعت کا حق رکھتی ہے جب تک وہ خود اللہ کی اطاعت گزار ہو۔

اسلامی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت اللہ اور رسول کی اطاعت کو دی گئی ہے۔ اور اسی کو اصل الاصول ٹھہرایا گیا ہے۔ موجودہ دور کی اللہ کی منکر اور باغی دنیا اس بنیاد کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکتی۔ ان کے نزدیک اللہ اور رسول کا عقیدہ اس دور ظلمت کا فرسودہ عقیدہ ہے جب انسان پر علم و تحقیق کی روشنی نمودار نہیں ہوئی تھی۔ اگر اس عقیدہ کے ساتھ بڑی رواداری برتی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ جو لوگ یہ عقیدہ رکھنا چاہتے ہیں وہ خوشی سے رکھ سکتے ہیں۔ مگر یہ ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے اسے اجتماعیت میں دخل دینے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے لیکن یہ حقیقت ہے کہ انسانی زندگی میں اللہ کی اطاعت اور رسول اللہ کا خالص اتباع ہی وہ منبع خیر ہے جس سے حقیقی حریت و آزادی، سچی شرافت و انسانیت اور حقیقی عدل و مساوات کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ اور انسانیت کی کھیتی سیراب ہوتی ہے اور برگ و بار لاتی ہے۔

(۲) حکومت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ لوگوں سے ناحق طور سے ان کا مال لے لے۔ اور لوگوں سے جو مال وصول کیا جائے وہ کامل دیانتداری کے ساتھ انہیں کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جائے۔

(۳) حکومت کے عمال و حکام کی مثال یتیم کے ولی کی سی ہے اگر وہ ضرورت مند ہو تو سرکاری خزانہ سے اتنا ہی لینا چاہئے جتنے سے وہ اوسط درجہ کی زندگی گزار سکے۔ ان کو یہ حق نہیں ہے کہ عوام تو شکستہ حال ہوں اور حکام و عمال مختلف حیلوں سے ان کا مال وصول کر کے عیش اڑائیں۔ اقرباء نوازی کریں اور اپنی شان و شوکت کے مظاہروں پر بے دردی کے ساتھ ان کا مال خرچ کریں۔

(۴) حکومت کا فرض ہے کہ ظالموں کے ساتھ کسی قسم کی رواداری اور رعایت نہ کرے تاکہ ملک کا امن و امان اور پبلک کا سکون و اطمینان غارت ہو۔

(۵) عوام کے ساتھ حکام کا سلوک اعتدال پسندانہ ہونا چاہئے ان کے ساتھ ایسی سخت گیری نہ کی جائے کہ ان کی خودداری اور عزت کا خون ہو جائے۔ اور نہ بے جا تعریف و ستائش کی جائے کہ وہ غلط راستہ پر پڑ جائیں اور ہدایت و راستی کو کھو جائیں۔

(۶) حکام کا دروازہ ہر کس و ناکس کے لئے ہر وقت کھلا رہنا چاہئے تاکہ مظلوم داد پا سکے اور ظالم ظلم پر جری اور دلیر نہ ہو جائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ تنبیہ اور سرزنش زبانی ہی نہیں بلکہ انہیں کے مطابق ان کا مستقل طریقہ کار تھا۔ جب آپ کسی شخص کو کہیں کا والی اور حاکم مقرر فرماتے تو اس سے باقاعدہ عہد لیتے کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا۔ باریک کپڑے نہیں پہنے گا۔ چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا۔ اس کا دروازہ ضرورت مندوں کے لئے کھلا رہے گا دروازہ پر دربان نہیں بٹھائیگا۔ اس کی تقرری کے پروانے پر یہ شرطیں تحریر ہوتیں اور عوام کے مجمع میں پڑھ کر سنائی جاتیں (الفاروق جلد دوم ص۱۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ایک حاکم اور عامل کی خبر رکھتے تھے اور جن کے طرز عمل میں کوئی خرابی پاتے تھے اسے فوراً مواخذہ کرتے تھے۔ اور ضروری کارروائی عمل میں لاتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی اور عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ یہ قادسیہ کے فاتح اور کوفہ کے گورنر تھے۔ انہوں نے کوفہ میں ایک محل بنوایا تھا اس میں ڈیوڑھی بھی قائم کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انسپکٹر جنرل حضرت محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ وہ کوفہ جا کر ڈیوڑھی کو آگ لگا دیں چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی آنکھوں کے سامنے ڈیوڑھی میں آگ لگا دی گئی (باقی ص۹ پر)

پہلے مجھے دیکھئے

○

اگر اس دائرے میں یہ نشان ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس پرچہ پر آپ کی خریداری ختم ہے آپ براہ مہربانی زر سالانہ فوراً بھیج دیجئے یا وی پی کرنے کی اجازت دیجئے آئندہ خریداری بند کرنی ہو تو اسکی بھی اطلاع دیجئے۔ خاموشی کی صورت میں اگلا پرچہ وی پی بھیجا جائیگا جسے وصول کرنا آپکا اخلاقی فرض ہوگا۔ منی آرڈر بھیج کر آپ وی پی کے خرچ سے بچ سکتے ہیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ عزیز کرنول

۷ رجب المرجب ۱۳۸۹ھ روز سہ شنبہ

سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم

یوم الرجیع

غزوہ احد کے بعد قبیلہ عضل و قارہ کے چند لوگ مدینہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے علاقہ اور قبیلہ میں اسلام پھیلتا جا رہا ہے لوگ شوق اور رغبت سے مسلمان ہو رہے ہیں۔ افسوس ہے کہ وہ تعلیمات اسلامیہ سے عاری اور خالی ہیں اور اس وقت سخت ضرورت ہے کہ آپ چند ماہرین اسلام کو روانہ کیجئے جو تبلیغ اور اشاعت کے فرائض ادا کریں۔ اور ہم کو احکام شریعت کی تعلیم دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور ان کی درخواست قبول فرمائی۔ مرثد بن ابی مرثد الغنوی کی قیادت میں چھ مہاجرین اور چار انصار جملہ دس افراد کو روانہ کیا۔

مختصر قافلہ طے مسافت کرتے جب مقام رجیع میں پہنچا جو جانب حجاز قبیلہ ہذیل کا چشمہ تھا تو کفار نے غدر اور بے وفائی کی اور عہد توڑا اور حضرت کے لئے قبیلہ ہذیل کو چیخ چیخ کر بلانے لگے۔ اس وقت اگرچہ قبیلہ ہذیل والے اپنے مکانوں میں موجود تھے۔ لیکن ان کی چیخ و پکار سے ہذیل اور جمع نہیں ہوئے البتہ چند شریر النفس لوگ اپنی اپنی تلوار ہاتھوں میں لئے آئے اور مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے بھی اپنی تلوار بے نیام کرلی۔ اور آمادہ پیکار ہو گئے۔ کفار نے کہا واللہ ہم تم سے جنگ و جدال کرنا نہیں چاہتے بلکہ اللہ کا واسطہ دیتے ہیں۔ ہم تم کو ہرگز قتل نہیں کریں گے بلکہ ہم تمہیں زندہ و سلامت مکہ لے جاتے ہیں۔ اور وہاں تمہیں فروخت کر دیتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے ان کفار کے قول و پیمان کا انکار کر دیا اور وہ جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ اس جنگ میں صحابہ شہید ہو گئے جب حضرت عاصم بن ثابت شہید ہو گئے تو ہذیل آگے بڑھے تاکہ حضرت عاصم کا سر مبارک بدن سے جدا کرلیں اور سلافہ بنت سعد کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ کیونکہ غزوہ احد میں سلافہ کے دو جوان لڑکے حضرت عاصم کے ہاتھ سے قتل ہو گئے تھے۔ اور اس نے قسم کھائی تھی کہ اگر میں عاصم پر قدرت پاؤں گی تو ان کے کاسہ سر کی پیالی میں شراب پیوں گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے زنبور اور شہد کی مکھی کے چھتے روانہ کر دیئے۔ جنہوں نے اولاً حضرت عاصم رضی کے جسم کا محاصرہ کر لیا اور نہایت سخت نگہبانی اور پاسبانی کی کہ کسی کافر کو جرات اور ہمت نہ ہو سکی کہ بدن سے قریب جا سکے۔ سر مبارک کو تن سے جدا کرے۔ جب کفار عاجز اور لاچار ہو گئے تو باہم مشورہ کیا کہ جب شام ہو گی ہر طرف اندھیرا پھیل جائے گا تو یہ زنبور اور مکھیاں بھاگ جائیں گی۔ اور ہم آسانی سے سر کو اتار لیں گے۔

مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ یہ لوگ اپنی اپنی تدبیروں میں مغرور اور خوش تھے لیکن اللہ کی تدبیر غالب آ گئی اللہ نے شام سے پہلے موسلا دھار بارش بھیجی پانی کا زبردست سیلاب آیا اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی لاش کو بہا لے گیا۔ پھر کسی کو دستیاب نہ ہو سکی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ ماجرا زنبور کی نگہبانی طوفان آبی اور سیلاب کا لاش بہا لے جانا سنا اور کافروں کی نامرادی اور حرماں نصیبی معلوم کی تو فرمایا کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ مشرک نجس ہے تو انہوں نے اللہ سے عہد و پیمان کیا تھا کہ خدایا جب تک میں زندہ رہوں گا کسی مشرک کو ہاتھ نہ لگاؤں گا اور کسی مشرک کا ہاتھ اپنے بدن کو لگنے نہ دوں گا۔ وہ ہمیشہ اپنے عہد و پیمان پر قائم اور دائم تھے۔ تا دم زیست کسی کافر کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اسی عہد و پیمان کی برکت تھی کہ اللہ نے بعد مرگ ان کے بدن کی حفاظت کی اور مشرکوں کے ہاتھ سے بچا لیا۔ فللہ الحمد۔

مگر تین آدمی خبیب بن عدی، عبداللہ بن طارق اور زید بن دثنہ محروم ہو گئے۔ ان کے دل پسیج گئے۔ انہوں نے زندگی کو ترجیح دی اور اپنی ذات کو کافروں کے حوالے کر دیا۔ ان ظالموں نے صحابہ کرام کی مشکیں باندھ لیں۔ اور مکہ کی طرف روانہ ہوئے کہ وہاں ان کو فروخت کریں۔ جب مقام ظہران میں پہنچے تو عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ چھڑا لئے۔ اور تلوار سونت لی کافر مرعوب ہو گئے۔ اور دور ہٹ گئے دور ہی سے سخت سنگ باری کی کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ آج بھی ان کی قبر مقام ظہران میں موجود ہے۔ اب صرف دو صحابی حضرت خبیب اور زید رضی اللہ عنہما باقی تھے جنہیں کفار مکہ لے گئے۔ اور فروخت کر دیا۔ حجیر بن ابی اہاب عقبہ بن الحارث کے لئے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو خریدا تاکہ عقبہ اپنے باپ حارث بن عامر کے قصاص میں حضرت خبیب رضی کو قتل کرے۔

حضرت زید بن دثنہ کو صفوان بن امیہ نے خریدا تاکہ اپنے باپ امیہ بن خلف کے قصاص میں ان کو قتل کرے چنانچہ اپنے غلام نسطاس کے ہمراہ انہیں مقام تنعیم میں روانہ کر دیا جو مکہ سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر مقام حل ہے تاکہ وہاں ان کو قتل کریں۔ تمام اہل قریش نظارہ اور تماش بینی کے لئے وہاں جمع تھے۔ ابوسفیان بن حرب نے زید رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے زید! آپ تو یہ چاہتا ہے کہ تیری جگہ کاش محمد ہوتے اور ہم محمد کو قتل کرتے اور تو اطمینان خاطر اپنے گھر میں بیٹھا ہوتا تو بہتر تھا۔

حضرت زید رضی نے جواب دیا کہ اے ابوسفیان! واللہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں موجود ہوں اور آپ کے پائے مبارک میں کانٹا بھی لگ جائے تو واللہ مجھے ہرگز برداشت نہ ہو گا کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں۔ اس ایثار اور قربانی کو دیکھنے کے بعد ہی تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ واللہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو اپنے محبوب کے ساتھ محبت کرتے ہوں جتنا محمد کے صحابہ محمد کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جانوں کی قربانی دی اور اپنے مال کو نثار کر دیا۔ وطن احباب بلکہ خویش و اقربا کو چھوڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اپنی زندگی اور جان دے دی۔

حجیر بن ابی اہاب کی لونڈی ماویہ جو اس وقت دیر سے مسلمان ہو چکی تھیں روایت کرتی ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ میرے گھر میں مقید تھے ایک دن میں نے ان کو دیکھا انسان کے سر کے برابر انگور کا خوشہ ان کے ہاتھ میں تھا۔ اور وہ خوشے سے انگور توڑ توڑ کر کھا رہے تھے۔ حالانکہ وہ انگور کا موسم نہیں تھا۔ اور مکہ کے بازار میں کہیں انگور نہ تھا۔ جب ان کی شہادت کا وقت آیا تو انہوں نے مجھ سے کہا۔ آج میرے قتل کے لئے طہارت اور پاکی لینا چاہتا ہوں مجھے استرہ دیدو۔ ماویہ نے اپنے بیٹے ابو حسین کے ہاتھ استرہ روانہ کیا اور کہا کہ اس قیدی کو دیدو۔ جونہی ابو حسین استرہ لیکر روانہ ہوا فوراً ماویہ کو احساس ہوا کہ میں نے چھوٹے بچے کے ہاتھ استرہ روانہ کیا ہے جو سراسر میری جہالت و غفلت بلکہ ہلاکت ہے کہیں قیدی استرہ سے میرے بچے کو قتل نہ کر دے اور دل ہی دل میں خوش ہو جائے کہ میں نے اپنے خون کا قصاص لے لیا ہے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے بچے کے ہاتھ سے استرہ لے لیا اور بچہ کو صحیح سلامت واپس کر دیا۔ اور تعجب کرتے تھے کہ بچے کی ماں نے میرے غدر اور بے وفائی سے نہیں ڈرا بلکہ چھوٹے بچے کے ہاتھ استرہ بھیج دی۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی دینے کے لئے مقام تنعیم میں لے گئے۔ حضرت خبیب نے کہا کہ لوگو! اگر تم کو منظور ہے تو مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دو۔ پھر تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ انہوں نے آپ کو اجازت دی۔ آپ نے نہایت سنجیدگی اور اطمینان سے مختصر دو رکعت نماز ادا کی۔ یہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی سنت ہے جو قتل سے پہلے دو رکعت نماز ادا کی جاتی ہے۔ پھر فرمایا۔ لوگو! میں نے دو رکعت اس لئے مختصر ادا کیا کہ تم یہ گمان کرو گے میں ڈر کر نماز کو طول اور دراز کر رہا ہوں۔ پھر ظالموں نے آپ کو پھانسی پر چڑھا دیا اور مشکیں باندھ دیں۔ اس وقت آپ کہہ رہے تھے۔ **اللھم انا قد بلغنا رسالۃ رسولک فبلغہ الغداۃ ما یصنع بنا۔** یعنی الٰہا ہم نے تیرے رسول کی رسالت کو پہنچا دیا اب تو اپنے رسول کو پہنچا دے کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے۔ پھر کہا۔ **اللھم احصہم عددا واقتلہم بددا ولا تغادر منہم احدا۔** اے اللہ! ان ظالموں کو شمار کر لے۔ ان کو متفرق قتل کر اور ان میں کسی ایک کو بھی مت چھوڑ۔ پھر ظالموں نے آپ کو شہید کر ڈالا رضی اللہ عنہ

(باقی صفحہ پر)

عصمت انبیاء علیہم السلام

انبیاء کرام اور عوام الناس میں مابہ الامتیاز

مقام عبودیت کی حقیقت کو خوب سمجھنا چاہیئے کیونکہ عام لوگوں کو عبودیت کی حقیقت کا کچھ پتہ نہیں ہوتا حالانکہ یہ وہ مقام ہے جس پر بجز انبیاء علیہم السلام کے کسی غیر کو تمام کامل نہیں مل سکتا۔ پھر تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مقام عبدیت حاصل ہے وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوا۔ اس دعوےٰ کے ثبوت میں ہم قرآن مجید کی آیات پیش کرتے ہیں۔ غور کیجئے۔

(ا) اِن کُنتُم فِی رَیبٍ مِّمَّا نَزَّلنَا عَلٰی عَبدِنَا۔ اس آیت میں حضور کی عبودیت کو مقام تحدی میں ذکر کیا گیا ہے۔ تحدی سے منکرین پر اتمام حجت مقصود ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی تمام روحانی طاقتیں جن پر حقیقی وحدت کے انوار غالب ہوتے ہیں، منکرین کو اس طرح مغلوب کر لیتی ہیں کہ حق اللہ کا غالب آنا اور منکرین کا مغلوب ہونا اس کی صداقت کا ایک زبردست نشان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی

(ب) سُبحٰنَ الَّذِی اَسرٰی بِعَبدِہٖ لَیلًا۔ اس آیت میں حضور کی عبودیت کو مقام قرب کے اظہار کے لئے ذکر کیا ہے۔ ورنہ لفظ عبد کی جگہ کئی اور الفاظ کا ذکر بھی ہو سکتا تھا مگر یہ اشارہ کسی لفظ سے بھی نہیں سمجھا جاتا کہ حقیقت عبودیت ہی اس قرب کے لئے علت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ والنجم میں بھی اظہار قرب کے موقع پر لفظ عبد ہی کو ذکر فرمایا۔ فَاَوحٰی اِلٰی عَبدِہٖ مَا اَوحٰی۔ پس اس آیت میں نزول وحی کی علت بھی عبودیت قرار دی گئی ہے۔

(ج) اَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبدُ اللّٰہِ یَدعُوہُ۔ اس آیت میں حضور کی عبودیت کا مقام تبلیغ رسالت پر ذکر کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کمال عبودیت منصب رسالت کیلئے بمنزلہ اساس کے لازم ہے۔

(د) اَنزَلَ عَلٰی عَبدِہِ الکِتٰبَ۔ نَزَّلَ الفُرقَانَ عَلٰی عَبدِہٖ۔ ان آیات میں حضور کی عبودیت کو تجلی کلام کے موقع پر ذکر کیا ہے جس سے اس تجلی کے لئے کمال عبودیت کی علت کا پتہ لگتا ہے۔

آیات مسطورہ میں اہل حقیقت بلکہ ہر طالب حق اس نکتہ سے آگاہ ہو سکتا ہے کہ مقام عبودیت تمام مقامات سے اعلیٰ ہے اور انبیاء علیہم السلام کے سوا بوجہ اکمل دوسروں کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ وہ مقام ہے جس میں تمام آثار بشریت بالکل محو کر کے اللہ کی روح انوار توحید میں رنگی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقام بشریت کے اظہار پر لفظ عبد کو استعمال نہیں ہوا بلکہ لفظ بشر کو استعمال ہوا ہے۔ قُل اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثلُکُم۔ کہہ دے میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ کیونکہ یہ ہرگز زیبا نہیں تھا کہ کہا جاتا انا عبد مثلکم۔ میں تمہاری طرح عبد ہوں۔ اگر عبودیت اور بشریت میں کچھ تفاوت نہ ہو تو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل دونوں ایک ہی پائے کے آدمی ہوتے۔

مذکورہ بالا تقریر سے ناظرین کرام معلوم کر گئے ہوں گے کہ عبودیت تمام روحانی کمالات کا منتہیٰ ہے اور نبی اللہ ہی بوجہ اکمل اس وصف سے متصف ہوتا ہے۔ اس سے بطور لازم ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ کسی نبی کا مقام عبودیت میں استقلال حاصل کر لینا اس کی عصمت کی ایک یقینی شہادت اور قطعی دلیل ہے۔

افسوس جن لوگوں نے نگاہ بینا سے انبیاء علیہم السلام کی ذوات مقدسہ کے متعلق نکتہ چینیاں کی ہیں انہوں نے نبی کی حقیقت کو مطلق نہیں سمجھا بلکہ وہ تمام افراد انسانی کی حیثیت اور صورت تصور میں قیاس کرتے ہیں اور جنگ کی دلیلیں سمجھتے ہیں اور مختلف قسم کی اپنی عقل اور تجربات علمی کے تختہ مشق بنے رہتے ہیں اور تجربہ عمل الناس کے سوا روحانیات کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ اور شیطان نے ان دروازوں کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں اپنے وسیع دام پھیلا کر مستعد کھڑا رہتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام بشریت کی وجہ سے کھاتے پیتے سوتے اور حاجات ادا کرتے ہیں۔ مگر بشریت کے دائرہ سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ اور عبودیت کی وجہ سے انہیں تمام افراد انسانی پر نمایاں امتیاز حاصل ہے۔ اور یہ محال ہے کہ جس شخص کا بشریت طبیعت کے خلاف کشود نمایاں ہو وہ مقام عبودیت میں ترقی پا سکے۔ چہ جائیکہ وہ مہبط وحی، مقرب بارگاہ رب العزت اور حبیب اللہ علی الحق کے عالی شان منصب تک رسائی پا سکے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر قرآن شریف کی بعض آیات کریمہ کی حسب ضرورت تفسیر کی جائے جن کی بنا پر بعض معترضین انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر اعتراض کرتے ہیں۔ مگر تفسیر آیات سے پہلے یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ عوام الناس جو علوم عربیہ سے بے بہرہ ہوتے ہیں اور صرف ادھر ادھر کے اردو ترجموں کو دیکھ کر قرآن دانی کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں۔ عموماً بعض الفاظ کے مفہوم اصلی اور استعمال صحیح کے سمجھنے میں غلطی کر جاتے ہیں۔ عالم کائنات میں بہت سی اشیاء ایسی ہیں جو ہر ایک ہی لفظ سے تعبیر کی جاتی ہیں۔ مگر ان کی حقیقت ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ ہوتی ہے۔ مثلاً فرح کے معنے مشہور ہیں جس کو عرف میں خوش ہونا کہتے ہیں۔ مگر آیت کریمہ فَبِذٰلِکَ فَلیَفرَحُوا میں خداوند کریم نے اس کو مقام مدح میں ذکر کیا ہے۔ اور آیت کریمہ فَرِحُوا بِمَا عِندَھُم مِّنَ العِلمِ میں فرح کو مذمت کیلئے لکھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے مقام میں فرح کا تعلق ایک نعمت یا آیت یعنی ایمان پر اظہار فرح مقصود ہے اور دوسری میں مذمت دنیا پر بطور تکبر مراد ہے مگر لفظ ایک ہی ہے۔ جو اختلاف مقام کے لحاظ سے بالکل متضاد معنے میں استعمال کیا گیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس لفظ ذنب کے معنی ہیں ہر وہ فعل جس کا انجام برا اور خراب ہو۔ امام راغب مفردات القرآن میں لکھتے ہیں۔ لفظ ذنب کا اطلاق اس فعل پر ہوتا ہے جس کا انجام ناگوار ہو۔ اور یہ لفظ ذَنَب سے ہے جس کا معنی دُم ہے جو حیوان کا پچھلا حصہ ہوتا ہے۔

عوام الناس قرآن مجید کی بعض آیات میں انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں لفظ ذنب دیکھ کر خیال کرتے ہیں کہ ان آیات میں ذنب سے مراد وہی گناہ ہیں جو کفار وغیرہ کی طرف منسوب تھے۔ یہ بہت بڑی اور بھاری غلطی ہے جس پر خوب غور کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس غلطی سے تمام نادانوں کو انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق طرح طرح کے شکوک پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور وہ یوں سمجھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بھی (معاذ اللہ) بعض اوقات میں مغلوب النفس ہو جاتے تھے۔ اس غلط فہمی نے بہت لوگوں کے ایمان کو باطل کر دیا۔ اور انہیں انبیاء کرام کے ساتھ روحانی نسبت قائم رکھنے سے محروم کر دیا۔ اور وہ یہ نہیں سمجھے کہ جو امر زید کے لئے جرم کبیرہ ہے وہ عمرو کی نسبت موجب تحسین ہے۔ ایک عامی دیندار کو ترک نماز فریضہ پر عذاب ہوتا ہے۔ مگر ایک بساط قرب پر فوت ہونے والے کو ایک آن بھر کی غفلت ذکر پر اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ عتاب ہوتا ہے۔ یہی ان کے حق میں ذنب عظیم قرار پا کر انہیں مستوجب عقوبت یا عتاب اور وہ جمال یار کی لذت سے کچھ دیر تک محجوب کر دیئے جاتے ہیں اور پھر تائب الی اللہ ہو انابت کرتے ہیں اسے مستحق سمجھتے ہیں اور یہ بار عبودیت کا مقام ہے جس کی حقیقت کو سمجھنے سے فلسفی اور کشف کوسوں دور پھینکے گئے ہیں بلکہ وہ ان دقائق اور حقائق کو نہ سمجھ کر ان کا انکار کر دیتے ہیں۔ مگر علام میں اہلیت ہے جن کو سمجھنے والے سمجھتے ہیں۔ الغرض انبیاء علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا فی الحقیقت وہ ایسے گناہوں کے لئے نہیں جن کا عوام ارتکاب کرتے ہیں بلکہ وہ ایسے دقائق روحانیہ کے لئے استغفار کرتے ہیں جن کا سمجھنا ہماری عقول سے بالاتر ہے۔ کیونکہ یہ امور محض ذوق اور وجدان سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ اہل ذوق ہی کو معلوم ہے۔ لفظ ذنب کی اس مختصر اور سادی تشریح کو سمجھ لینے سے واقفان رموز قرآنی پر یہ راز منکشف ہو جائیگا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جن آیات میں ذنب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ان میں مذکورہ بالا حقیقت مراد ہے نہ کہ معاذ اللہ ملحدین اور معاندین اسلام کے خیال کے مطابق ذنب سے فجار اور فساق کا ارتکاب کردہ گناہ ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام (باقی صفحہ ۶ پر)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد صرف ایک ہی حج کیا ہے اور اس حج میں آپ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا ہے جو قیامت تک دنیائے انسانیت کے لئے بنیادی دستور رہے گا ...... (ادارہ)

جنہیں مکہ سے تنہا اہل مکہ نے نکالا تھا وہ لاکھوں فدا کاروں کے ساتھ حج کرنے آگئے

خدا کی شان کہ قربان، وہ رحمت کون و مکان، وہ ہادی انس و جان، وہ ناجدار دو جہان، وہ مختار زمین و آسمان، وہ محبوب خالق رحمٰن، وہ صاحب قرآن، وہ شاہ بے سلطان، جن کو کفار مکہ نے انتہائی ایذا رسانیوں اور بے شمار مظالم و شدائد کے بعد صرف اس جرم کی پاداش میں آپ کے حقیقی وطن مکہ سے اس لئے نکل جانے پر مجبور کیا تھا کہ آپ کفر و شرک کی نجاست، لات و ہبل کی عبادت کے بجائے ایک خدائے لاشریک لہٗ کی عبادت اور ایک سچے مذہب اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ کفار اس وقت اپنی اس کامیابی پر مسرور و شاداں تھے کہ ہم جس راہ پر کانٹے بچھاتے تھے وہ سدا بہار پھول کانٹے کی طرح ہمارے چمن سے دور ہو گیا۔ مگر قدرت الٰہی خندہ زن تھی، فطرت سلیم مسکرا رہی تھی۔ تصرت خداوندی صرف تبسم تھی کہ اے ستم شعارو! اے حیوان باطل کے پرستارو! اے معصیت کوش سیاہ کارو! اپنے انجام سے غافل گنہگارو! تمہارے مظالم نے تنگ انسانیت حرکات نے وطن سے ہجرت پر آمادہ کیا ہے۔ اس رسول اکرمؐ کی یہ ہجرت درحقیقت فتح و نصرت کی بشارت ہے اور آخر دنیا نے دیکھا کہ گردش لیل و نہار نے ایک ایسا زریں باب تاریخ عالم میں سنہرے حروف سے لکھ دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے ہجرت فرمانے کے صرف نو سال بعد ہی تصویر کا پانسہ پلٹ گیا اور رخ دنیا کی نگاہوں کے سامنے آگیا۔ جس ذات کی جمع ہونے کو نادرت گران انسانیت نے مقدس وطن سے محروم کیا تھا اور ملت برحق کا تمام دشمنان ملت کی تمام کوششوں کو روبعمل لانے کے لئے تمام طاقتوں کو صرف کر دیا تھا۔ آخر ایک وقت آیا کہ ان کی ساری چالیں ناکام ہو کر رہ گئیں غرور کا سر جھک کر رہ گیا۔ تباہی و بربادی کے منصوبے بنانے والے خود پیوند خاک ہو گئے کہ عالم میں تباہ و برباد ہو گئے۔ اور نو سال پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس عالم میں ترک وطن پر مجبور کیا تھا آج بالکل اسکے مخالف ماحول میں وہی محبوب رب العٰلمین، رحمۃ للعٰلمین، خاتم النبیین، سرور کائنات، فخر موجودات کس شان و احترام سے سوا لاکھ صحابہ کے جھرمٹ میں احرام باندھے حج کی نیت سے اپنے مولد و مسکن مکہ معظمہ کی طرف تشریف لا رہے ہیں۔

یہی سوا لاکھ کا لشکر جلو میں جا رہا ہے آج کس شان سے کعبہ میں حضورؐ آگئے ہیں

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کے بعد نو سال تک مدینہ منورہ میں تشریف فرما رہے۔ اس دوران میں آپ نے حج نہیں فرمایا۔ دسویں سال حضورؐ نے حج کرنے کا اعلان فرمایا۔ جابجا مسلمانوں کی بستیوں میں منادی کی گئی کہ محبوب کردگار حضور سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم حج کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ یہ خبر تمام عرب میں آناً فاناً پھیل گئی۔ اور گروہ در گروہ مسلمان اطراف و جوانب سے مدینہ میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ بعض مورخین نے حجۃ الوداع میں شریک ہونے والے صحابہ کرام کی تعداد نوے ہزار کسی نے ایک لاکھ چودہ ہزار اور کچھ مورخین نے ایک لاکھ چوبیس ہزار تعداد بتائی ہے (جس کی تطبیق قاضی یہ ہے کہ جب روانگی سے قبل پہلی بار مدینہ منورہ میں حاضری شماری کی گئی تو تعداد نوے ہزار تھی۔ میقات احرام ذوالحلیفہ تک پہنچتے پہنچتے یہ تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار اور مکہ معظمہ تک پہنچ کر یہ تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی) مسلمانوں کی یہ جماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب روانہ ہو کر ذوالحلیفہ پہنچی۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھی۔ پھر اپنے ناقہ مبارک قصوٰی پر سوار ہوئے۔ یہاں تک کہ جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر میدان بیداء میں پہنچی تو آپ نے بآواز بلند کہا۔ **لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔**

بلکہ اس سے پہلے ہم اس ماہ میں صرف حج کی نیت ہی کرتے تھے اور عمرہ کو جانتے بھی نہ تھے۔ لیکن پھر جب حضورؐ کے ہمراہ حرم محترم میں داخل ہوئے تو حجر اسود کو بوسہ دیا اور سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا۔ تین مرتبہ دوڑ کر اور چار مرتبہ اپنی مناسب رفتار سے۔ پھر مقام ابراہیمؑ کی طرف بڑھے اور حضورؐ نے **وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى** پڑھ کر مقام ابراہیمؑ اور بیت اللہ کے درمیان دو رکعتیں پڑھیں۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان دو نوں رکعتوں میں حضورؐ نے **قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ** اور **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** پڑھی۔ پھر حضورؐ حجر اسود کی طرف واپس تشریف لائے اور بوسہ دیا۔ پھر مسجد حرام کے دروازہ باب الصفا سے باہر نکلے۔ اور جب صفا کے قریب پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت **اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ** پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شروع کرتا ہوں میں اس پہاڑ سے جس سے خدا نے (اپنے کلام میں) شروع کیا ہے" اس لئے حضورؐ نے صفا سے سعی شروع کی۔ اس پر چڑھے۔ یہاں تک کہ آپ کو خانہ کعبہ نظر آنے لگا۔ اس وقت جب نگاہ مبارک کے سامنے بیت اللہ تھا۔ آپ نے خدائے پاک کی وحدانیت اور عظمت ان الفاظ میں بیان فرمائی۔ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔** اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے خدا بزرگ تر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے اسی کے لئے سلطنت ہے۔ اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں۔ اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ واحد یکتا ہے اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اس نے بندہ کی مدد کی اور گروہ کفار کو تنہا

ہزیمت دیدی۔ پھر حضورؐ نے ان کلمات کے درمیان دعا فرمائی۔ ان کلمات کا تین مرتبہ اعادہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا سے اترے اور مروہ کی جانب بڑھے۔ یہاں تک کہ جب آپ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان نشیب میں پہنچے تو وہاں سے دوڑنا شروع کیا۔ اور جب مروہ پر چڑھنے لگے تو رفتار مدھم کر دی۔ یہاں تک کہ مروہ کے اوپر پہنچ گئے۔ یہاں پر آپ نے ان تمام امور کا اعادہ فرمایا جو صفا پر عمل میں لائے تھے جب آپ آخری مرتبہ مروہ پر پہنچے تو آپ نے لوگوں کو مخاطب کیا۔ حضورؐ مروہ کے اوپر تھے اور تمام لوگ مروہ کے نیچے کھڑے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"اگر مجھ کو پہلے سے وہ بات معلوم ہوتی جو اب بعد کو معلوم ہوئی ہے تو قربانی کے جانوروں کو اپنے ہمراہ نہ لاتا اور اپنے حج کو عمرہ میں منتقل کر دیتا۔ پس اے لوگو! تم میں سے جو شخص قربانی کا جانور اپنے ساتھ نہ لایا ہو وہ حلال ہو جائے اور حج کو عمرہ کر دے۔"

حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اسی سال کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے یا ہمیشہ کے لئے؟

حضورؐ نے یہ سن کر اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال دیں۔ اور پھر فرمایا "داخل ہوا عمرہ حج میں" حضورؐ نے دو مرتبہ یہی فرمایا اور یہ مزید فرمایا کہ "یہ حکم اسی سال کے لئے نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔"

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ (جو اس وقت والی یمن تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یمن سے قربانی کے جانور لائے تھے حضورؐ نے ان سے دریافت فرمایا "جب تم نے احرام باندھا تھا کیا نیت کی تھی؟" عرض کیا "میں نے یہ نیت کی تھی یا اللہ میں احرام باندھتا ہوں اس چیز کا جس کا احرام تیرے رسول نے باندھا ہے" حضورؐ نے فرمایا میرے ساتھ تو قربانی کے جانور ہیں پس تم بھی میری طرح حالت احرام میں رہو۔

قربانی کے جانور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ سے آئے تھے اور جو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ یمن سے لائے تھے ان کی مجموعی تعداد سو تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضورؐ کے ارشاد کے مطابق عمرہ کرکے تمام لوگ حلال ہو گئے اور اپنے سر کے بال کتروا لئے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ لوگ جن کے ساتھ قربانی کے جانور تھے احرام سے حلال نہیں ہوئے۔

ترویہ ۸ ذوالحجہ کا آٹھویں تاریخ

پر (۸) ذی الحجہ کو منیٰ کی طرف چلنے کا انتظام ہوا اور صحابہؓ جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا (یعنی جو لوگ عمرہ کر کے احرام سے حلال ہو چکے تھے اب پھر انہوں نے حج کے لئے احرام باندھا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع آفتاب کے بعد اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور منیٰ پہنچے۔ منیٰ کی مسجد خیف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر ادا کیں۔ نماز فجر کے بعد تھوڑی دیر تک منیٰ میں قیام کیا۔ یہاں تک کہ آفتاب نکل آیا۔ اب حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وادی نمرہ (میدان عرفات) میں ہمارا خیمہ نصب کیا جائے۔ یہ خیمہ بالوں کا بنا ہوا تھا۔ حضورؐ کی منیٰ سے روانگی کے وقت قریش کا عام خیال تھا کہ حضورؐ مشعر الحرام (مزدلفہ) میں یا اس کے قریب کسی جگہ قیام فرمائیں گے جہاں ایام جاہلیت میں قریش اپنی عظمت و برتری کے اظہار کے لئے عوام سے الگ قیام کرتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے آگے چلے گئے اور میدان عرفات میں تشریف لائے جہاں وادی نمرہ میں آپ کا خیمہ لگا ہوا تھا۔ آپ نے خیمہ میں تھوڑی دیر قیام فرمایا۔ جب آفتاب ڈھل گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قصویٰ پر سوار ہو کر وادی میں تشریف لائے۔ اور تمام مجمع کے سامنے یہ نادر خطبہ ارشاد فرمایا:۔

لوگو! تم پر اسی طرح تمہارے خون اور تمہارے مال حرام ہیں۔ جس طرح تم اس دن، اس مہینہ اور اس شہر میں قتل و غارت گری کو حرام سمجھتے ہو۔ جان لو کہ عہد جاہلیت کی ہر رسم آج میرے پاؤں کے نیچے مسل دی گئی ہے ایام جاہلیت کے تمام خون معاف کر دیئے گئے ہیں۔ اور پہلا خون (قصاص) جو میں اپنے خونوں میں سے معاف کرتا ہوں۔ وہ ابن ربیعہ ابن حارث کا ہے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ میں چچا تھے۔ مگر شیر خوار بچے تھے اور قبیلہ بنو سعد میں دودھ پیتے تھے۔ ان کو ہذیل نے قتل کر دیا تھا) جاہلیت کا سود معاف کر دیا گیا۔ اور سب سے پہلا سود جو میں اپنے سود میں سے معاف کرتا ہوں وہ عباس ابن عبد المطلب کا سود ہے۔ آج عباس ابن عبد المطلب کا تمام سود معاف کر دیا گیا۔ اے لوگو! اللہ سے عورتوں کے معاملہ میں ڈرتے رہو۔ تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ لیا ہے۔ (یعنی ان کو اچھی طرح رکھنے کا خدا سے عہد کیا ہے یا خدا کے حکم سے تم نے عورتوں کے ساتھ نکاح کیا ہے) اور تم نے ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے اللہ کے حکم سے حلال کیا ہے۔ عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر کسی اور کو نہ آنے دیں گی اگر وہ اس معاملہ میں تمہارا کہنا نہ مانیں تو تم ان کو مارو مگر زیادہ نہیں اور تم پر عورتوں کا یہ حق ہے کہ ان کو کھانا دو۔ اور مقدرت کے موافق کپڑا دو۔ اے لوگو! میں نے تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑی ہے جس کو تم مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اور وہ چیز خدا کی کتاب ہے۔ خدا تم سے میرے متعلق پوچھے (کہ میں نے احکام دین تم تک پہنچائے یا نہیں؟) تو تم کیا جواب دو گے؟ حاضرین نے عرض کیا ہم اس امر کی شہادت دیں گے کہ آپ نے ہم تک احکام دین کو پہنچایا۔ اور اپنا فرض ادا کیا۔ اور خیر خواہی کی۔ تو آپ نے انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا۔ اور لوگوں کی طرف جھکا کر کہا "اے اللہ! تو گواہ رہنا" تین بار یہ الفاظ دہرائے۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان اور پھر تکبیر کہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر دوسری تکبیر کہی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی دوسری نماز نہیں پڑھی۔ پھر حضورؐ ناقہ مبارک پر سوار ہو کر میدان عرفات میں داخل ہوئے تو آپ نے سواری کا رخ پہاڑ کی طرف کیا۔ اور جبل مشاۃ کو اپنے سامنے رکھا۔ اور قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ اور اسی طرح بیٹھے رہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا تو آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے ناقہ مبارک پر پیچھے بٹھایا۔ اور تیزی سے چلے۔ مزدلفہ میں داخل ہوئے اور یہاں حضورؐ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو تکبیروں سے پڑھیں۔ اور دونوں نمازوں کے درمیان میں کوئی تسبیح یا نفل نہیں پڑھی۔ پھر حضورؐ نے استراحت فرمائی یہاں تک کہ صبح ہوئی۔ حضورؐ نے فجر صبح کی روشنی نمودار ہونے کے وقت پڑھی۔ ایک اذان اور ایک تکبیر کہی گئی۔ اور پھر حضورؐ قصویٰ پر سوار ہوئے۔ اور مشعر حرام پہنچے۔ یہاں آپ نے قبلہ رخ کھڑے ہو کر دعا مانگی۔ پھر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد کا ورد فرماتے رہے اور آفتاب نکلنے سے پہلے یہاں سے روانہ ہو گئے۔ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھایا۔ وادی محسر میں داخل ہوئے اور سواری کو تیزی سے چلایا۔ اور اس درمیانی راہ پر چلے۔ جو جمرۂ اولیٰ کو جاتی ہے۔ جمرۂ اولیٰ (جس کے قریب درخت ہے) کے پاس پہنچ کر سات کنکریاں پھینکیں اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہی۔ کنکریاں باقلے کے دانے کے برابر تھیں اور نشیب کے درمیان سے پھینکی گئی تھیں۔ پھر قربانی کی جگہ کی طرف بڑھے اور آپ نے تریسٹھ جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کئے۔ پھر چھری حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی اور باقی ۳۷ جانور حضرت علیؓ نے ذبح کئے۔ حضورؐ نے اپنی قربانی میں حضرت علیؓ کو بھی شریک کیا اور پھر حکم دیا کہ ہر قربانی میں سے تھوڑا سا گوشت لے لیا جائے۔ چنانچہ وہ گوشت پکایا گیا اور حضورؐ نے حضرت علیؓ کے ساتھ وہ گوشت تناول فرمایا اور اس کا شوربا پی لیا۔ اس کے بعد حضورؐ سوار ہو کر خانہ کعبہ کو روانہ ہو گئے۔ مکہ میں داخل ہو کر ظہر کی نماز پڑھی۔ بعدہٗ اپنے جد امجد عبد المطلب کی اولاد کے پاس گئے جو زمزم پر لوگوں کو پانی پلا رہے تھے۔ اور ارشاد فرمایا۔ اے آل عبد المطلب! پانی کھینچو اور لوگوں کو پلاؤ۔ اگر مجھ کو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی کھینچتا۔ پھر آپ کے سامنے ایک ڈول پانی پیش کیا گیا۔ جس میں سے آپ نے پانی پیا۔ (مسلم شریف)

بقیہ:- سیرت پاک

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ [illegible] ہیں۔ اس وقت میں کافر تھے۔ تماشہ دیکھنے میں بھی اپنے باپ ابوسفیان کے ہمراہ تنعیم آیا تھا لیکن جب حضرت خبیبؓ نے بد دعا کی میرا باپ مجھے زمین پر لٹا دیتا تھا کہ بد دعا کا اثر مجھ پر نہ ہو۔ کفار عرب کا عقیدہ تھا اگر کوئی بد دعا کرے تو اس وقت زمین پر لیٹ جانا چاہئے۔ اس صورت میں بد دعا کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اور وہ شخص صحیح سلامت رہتا ہے۔

عقبہ بن الحارث کہتے ہیں کہ میں نے خبیبؓ کو قتل کیا تھا حضرت خبیبؓ کو مارنے کی طاقت نہیں تھی لیکن ابو میسرہ نے نیزہ میرے ہاتھ میں دیا اور خود ہی میرا ہاتھ تھام کر خبیبؓ پر حملہ کیا اور وہ شہید ہو گئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایام خلافت میں حضرت سعید بن عامر کو ملک شام کا عامل مقرر کیا تھا

بقیہ:- انبیاء علیہم السلام

کے قلوب ہر قسم کی آلائش سے پاک ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے وہ اہل عالم کے لئے رحمت اور حجت اللہ بنتے ہیں۔ آیت کریمہ **وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین** صاف کہہ رہی ہے کہ ایک گناہ کرنے والا آدمی کیسے واسطۂ رحمت ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ تو خود ہی رحمت سے محروم ہوتا ہے۔ سورۂ فتح کی آیت **لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر** میں لفظ ذنب کے مختلف جوابات مفسرین دیتے ہیں مگر ہمارا مذکورہ بالا جواب راجح ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **انی لاستغفر اللہ فی الیوم واللیلۃ مائۃ مرۃ**۔ یعنی میں رات اور دن میں سو بار استغفار کرتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فعل سے امت کو استغفار پڑھنے کی تعلیم کرنی مقصود تھی۔ دوم! مقام عبودیت کی تکمیل کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا۔

ناظرین! اس موقع کو نہایت غور سے سمجھیں کیونکہ یہ سخت ابتلاء کا مقام ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بددینوں کی فضول باتوں پر اپنا ایمان ضائع کر بیٹھیں۔ سچ تو یہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کا صحیح اندازہ عوام ہرگز نہیں لگا سکتے اسی لئے معترضین کی باتوں پر ہر قسم کے شکوک کو دل میں جگہ دیتے اور ایمان برباد کر لیتے ہیں اور نعوذ باللہ کفر و نفاق کی موت مرتے ہیں العیاذ باللہ۔ **اللھم توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین** آمین ثم آمین۔

۳

ان کی یہ حالت تھی کہ مجلس میں بیٹھے بیٹھے بے ہوش ہو جاتے تھے۔ لوگوں نے [illegible] خلافت میں ان کی شکایت کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ انہیں کوئی خفیہ بیماری ہے جب سعید رضی اللہ عنہ واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا بیماری ہے۔ جو تم بے ہوش ہو جاتے ہو۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ امیر المومنین! نہ مجھے آسیب ہے اور نہ کوئی بیماری البتہ میں اس مجمع میں شریک تھا جبکہ لوگوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر چڑھایا تھا۔ اور میں نے اس وقت ان کا کلام سنا تھا۔ واللہ جب میرے دل پر یہ احساس ہوتا ہے تو بے ہوش ہو جاتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کی زیادہ توقیر کی رضی اللہ عنہم اجمعین

زکوٰۃ

اسلام میں زکوٰۃ اہم فرض ہے۔ جس کی نماز کے ساتھ ساتھ بار بار تاکید کی گئی ہے کہ جو لوگ مال کی محبت میں مستغرق ہیں اور وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے یا زکوٰۃ کما حقہ ادا نہیں کرتے انہیں لعنت اسلام کی پرواہ نہیں ہے۔ ان تمام لوگوں کے لئے قیامت سخت وعید ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اَلَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ۔ (فصلت) جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے وہ آخرت کے بھی کافر اور منکر ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے بعض قبائل میں ارتداد کی وبا پھیل گئی۔ ان لوگوں میں مذہبی نقص کچھ نہیں تھا بلکہ وہ نماز کے پابند تھے۔ حج اور روزے کے قائل تھے۔ زکوٰۃ کے مستقل منکر نہیں تھے۔ بلکہ وہ زکوٰۃ کے قائل تھے۔ اور انہوں نے کئی بار اپنی زکوٰۃ رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تھی۔ لیکن رسول اللہ کی وفات کے بعد انہوں نے کہا کہ اب تو رسول اللہ موجود نہیں ہیں ہم زکوٰۃ کس کو دیں؟ ہم امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ صرف اتنی سی اختلافی پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تلوار اٹھائی فوج کشی کی۔ اسی اقدام کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مستحسن نظر سے دیکھا۔ اور آج تک دنیا صدیق اکبر کی دانائی کی مداح سرائی کی اور منکرین زکوٰۃ پر مرتدین کا اطلاق کیا۔ اسی طرح قوم انصار میں ایک شخص ثعلبہ بن حاطب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت مال کی خواہش کی اور دعائی التماس کی۔ وعدہ کیا کہ مال اللہ کی رضا میں صرف کرونگا۔ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرونگا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور ثعلبہ مالدار ہو گیا اور ثعلبہ مال کی فراوانی سے آسودہ ہو گیا۔ بڑے بڑے جنگل ثعلبہ کی بکریوں سے بھر گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تحصیلدار روانہ کیا کہ ثعلبہ سے زکوٰۃ وصول کر لائے لیکن ثعلبہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اسی کی شان میں اللہ نے فرمایا فَلَمَّآ اٰتٰھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ بَخِلُوْا بِہٖ وَتَوَلَّوْا وَّھُمْ مُّعْرِضُوْنَ فَاَعْقَبَھُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِھِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَہٗ (التوبہ) جب اللہ نے انہیں مال و دولت دی تو بخیل ہو گئے اور احکام شرعیہ سے روگردانی اختیار کی پس اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا قیامت تک۔

پھر وہ ازخود اپنے مال کی زکوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ لیکن آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے زکوٰۃ لینے سے منع فرمایا ہے چنانچہ آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ صدیق اکبر اور فاروق رضی اللہ عنہما کی خدمت میں زکوٰۃ پیش کی ان بزرگوں نے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی یہ مردود زکوٰۃ قبول نہیں کی۔ انہیں کے زمانہ میں ثعلبہ خائب و خاسر مرگیا اور جہنم رسید ہوا۔ زکوٰۃ کے مسئلہ میں ہر مسلمان کو بہت محتاط رہنا چاہئے۔ جس طرح وہ اپنی ایک وقت کی نماز فوت ہونے سے ڈرتا ہے۔ اسی طرح وہ زکوٰۃ کے ایک پیسہ فوت ہونے سے ڈرتا رہے اور ہر نصاب کی زکوٰۃ برابر نکالتا رہے۔ اور شریعت نے جو مصارف مقرر کئے ہیں ان میں استعمال کرے۔ جو لوگ مصارف چھوڑ کر اپنی خواہش سے روپیہ خرچ کرتے ہیں وہ فقراء اور مساکین پر ظلم کرتے ہیں۔ ان کے حقوق کو پامال کرتے ہیں جس کا وبال انہیں ضرور پہنچے گا۔ العیاذ باللہ

قرآن مجید میں زکوٰۃ کے مصارف آٹھ بتائے ہیں۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ الخ (التوبہ) زکوٰۃ فقیر، مسکین، تحصیلدار، تالیف قلوب، غلاموں کے آزاد کرانے میں قرضداروں، مجاہد اور مسافروں میں تقسیم کی جائے۔

مذکورہ بالا مصارف میں زکوٰۃ اولاً رشتہ داروں میں تقسیم کی جائیگی۔ ماں باپ سب پر مقدم ہیں۔ پھر بھائی بہن پھر اقرب فالاقرب اگر کوئی رشتہ دار بھائی یا بہن مفلس اور نادار ہے اور وہ دوسرے شہر میں رہتا ہے تو وہ بھی زکوٰۃ کا مستحق ہے۔ دوسرے شہر میں اس کو زکوٰۃ روانہ کی جائے گی۔ ان کے سوا غیر رشتہ دار کو جو دوسرے شہر میں رہتا ہے خواہ وہ انتہائی مفلس اور نادار ہو لیکن زکوٰۃ ہرگز روانہ نہیں کی جا سکتی البتہ نفل خیرات بھیجے جا سکتے ہیں۔ رشتہ داروں کے بعد اہل محلہ زکوٰۃ کے زیادہ تر مستحق ہیں۔ اور اہل محلہ کے بعد اہل وطن زیادہ تر مستحق ہیں۔ اپنی تمام زکوٰۃ اپنے شہر اور وطن میں ختم کر دینا چاہئے۔ زکوٰۃ کا ایک پیسہ بھی شہر سے باہر جانا قطعاً حرام ہے۔ سادات اور غیر مسلم کو زکوٰۃ نہیں دی جائیگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو تاکید کی تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَآئِھِمْ وَتُرَدُّ فِیْ فُقَرَآئِھِمْ (رواہ الشیخان) کہ زکوٰۃ امراء سے وصول کر کے وہیں کے فقراء میں تقسیم کرو۔ عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ قَالَ قَدِمَ عَلَیْنَا مُصَدِّقُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ الصَّدَقَۃَ مِنْ اَغْنِیَآئِنَا فَجَعَلَھَا فِیْ فُقَرَآئِنَا فَکُنْتُ غُلَامًا یَتِیْمًا فَاَعْطَانِیْ مِنْھَا قَلُوْصًا (الترمذی) حضرت جحیفہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحصیلدار ہمارے پاس آیا۔ اس نے ہمارے مالداروں سے زکوٰۃ وصول کی اور ہم فقیروں میں تقسیم کر دی۔ اس وقت میں یتیم لڑکا تھا۔ اس نے مجھے زکوٰۃ کے اونٹوں سے ایک جوان اونٹنی دی۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّہٗ اسْتُعْمِلَ عَلَی الصَّدَقَۃِ فَلَمَّا رَجَعَ قِیْلَ لَہٗ اَیْنَ الْمَالُ؟ قَالَ وَلِلْمَالِ اَرْسَلْتَنِیْ اَخَذْنَاہُ مِنْ حَیْثُ کُنَّا نَاْخُذُہٗ عَلٰی عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَوَضَعْنَاہُ حَیْثُ کُنَّا نَضَعُہٗ (ابو داؤد وابن ماجہ)

ایک مرتبہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ پر عامل بنایا گیا۔ جب وہ واپس آئے تو پوچھا مال کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا تم مال لانے کے لئے مجھے بھیجے تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جس طرح ہم مال وصول کرتے اور خرچ کرتے اسی طرح ہم نے زکوٰۃ وصول کی اور تقسیم بھی کر دی۔

عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ کَانَ فِیْ کِتَابِ مُعَاذٍ مَنْ خَرَجَ مِنْ مِخْلَافٍ اِلٰی مِخْلَافٍ فَاِنَّ صَدَقَتَہٗ وَعُشْرَہٗ فِیْ مِخْلَافِ عَشِیْرَتِہٖ۔ (رواہ الاثرم فی سننہ) اگر کوئی شخص اپنے شہر سے دوسرے شہر میں جا کر روپیہ کمایا تو وہ اپنی زکوٰۃ وغیرہ اپنے شہر کو بھیجے۔

انہیں روایات کی وجہ آئمہ دین اور محدثین کرام نے زکوٰۃ غیر مالک کو بھیجنا حرام قرار دیا ہے۔ قد روی عن مالک والشافعی والثوری انہ لا یجوز صرفھا فی غیر فقراء البلد۔ (نیل الاوطار باب تفرقۃ الزکوٰۃ فی بلدھا) امام مالک شافعی اور ثوری کہتے ہیں کہ غیر ملک کے فقیروں پر زکوٰۃ خرچ کرنا حرام ہے۔

بہت لوگ ہیں اپنی نادانی سے زکوٰۃ کا روپیہ غیر ملکوں کے مفاد پر خرچ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنی زکوٰۃ ادا کر دی ہے۔

مولانا وحید الزمان مرحوم اپنی کتاب تیسیر الباری شرح صحیح بخاری میں قسطلانی کے حوالے سے نقل کیا ہے اگر کوئی شخص زکوٰۃ کی رقم غیر ملک بھیجے گا تو (باقی صفحہ ۹ پر)

(باقی صفحہ ۹ پر)

حسن جمیل

از۔ دانا اکبرآبادی

یا رسول عربی! اے سید مکی مدنی!
غیرت شمس و قمر ہے تری جلوہ فگنی
رونق گلشن ہستی ہے تری ذات کہ
حامل حسن ازل ہے تری شان حسنی
روئے رنگیں سے ہے حیرت زدہ چشم نرگس
موئے مشکیں سے ہے خجلت زدہ مشک ختنی
تیری شیرینی گفتار پہ جبلہ ہے فدا
حاصل نغمہ خوش ہے تری شیریں سخنی
محور کون و مکاں مالک فردوس بریں
مخزن جود و سخا ہادی آخر زمنی
تیرے اوصاف حمیدہ کا احاطہ مشکل
تیرے گرویدہ ہیں ایرانی و ترک و مدنی
صاف آئینہ کی مانند ہے تیرا کردار
نور وحدت کے ہیں پرتو ترے افکار بھی
ایک مدت سے ترے عشق میں سرگرداں ہوں
کتنی شیریں و پُرلطف ہے مری کوہکنی
شاہ شاہاں! اتراؤں نہ پشیماں بخدا
تیرے رتبہ کے مطابق نہیں یہ حرف زنی

حضرت سیدنا ابوبکر بن الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصائص و فضائل

(از جناب محمود حسین صاحب بی اے آنرز)

قرآن عظیم نے انسانی مدارج و مراتب کی جو تقسیم فرمائی ہے ان کی ترتیب انبیاء صدیقین شہداء صالحین کے اندر باعتبار افضلیت چار گروہوں میں کی ہے جس کی صراحت یوں ہے کہ عالم انسانیت میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم و معظم طبقہ انبیاء و مرسلین کا ہے۔ انبیاء و رسل کے بعد انسانوں میں سب سے زیادہ برگزیدہ گروہ صدیقین کا ہے۔ اور صدیقین کے بعد شہداء یعنی وہ نفوس قدسیہ ہیں جو خدا کی راہ میں شہید ہوئے۔ شہداء کے بعد مراتب میں سب سے ارفع و اعلیٰ افراد اولیاء و صلحاء ہیں۔ خدائے قدوس کے مقرر فرمائے ہوئے مراتب و مناصب میں ردوبدل ایمان تلف ہونے کے خطرات سے خالی نہیں ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے فضائل پر یقین کامل رکھنا اگر عین ایمان ہے تو صدیقین کے خصائص و فضائل پر اعتماد و یقین بھی حقیقتاً عین ایمان ہے۔ اسی طرح شہداء اور صلحاء و اولیاء اور علماء کی تعظیم و تصدیق بھی داخل ایمان ہے۔

انبیاء و مرسلین کی صحیح تعداد کا حصر تو مشکل ہے۔ روایات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار کی تعداد بتائی جاتی ہے۔ مگر تاریخ انبیاء و صالحین کی اقوام کے صدیقین کے تذکرے سے ساکت نظر آتی ہے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ بھی حضور سلطان الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں (جن کو رب تعالیٰ نے خیر امت کے محبوب خطاب سے سرفراز فرمایا ہے) بجز حضرت خلیفۂ رسول اللہ امیر المومنین افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا ابوبکر بن الصدیق رضی اللہ عنہ کے دوسرا نام پیش نہیں کرتی۔

۲۲ جمادی الثانی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تاریخ وصال ہے۔ ہم ناظرین عزیز کے ایمان تازہ کرنے کے لئے حضرت صدیق اکبرؓ کے بعض خصائص و فضائل کا ذکر کرتے ہیں۔

جن خصائص اعلیٰ درجہ کی ایک خصوصیت تو آپ کی یہ انفرادیت ہے کہ دنیائے انسانیت میں از اول تا آخر تنہا آپ ہی کی ذات "صدیق" کے لقب سے ملقب ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہہ کر شرف معیت آپ کو عطا فرمایا۔ عقل سلیم و فہم حقیقت شناس ...

یہ بات مسلمہ ہے کہ مخلوق الٰہی میں انبیاءؑ کے بعد بزرگ و برتر اور افضل ذات حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ عالم اسلام کی کروڑوں مساجد اور ہزارہا مساجد کے منبروں سے ائمہ و خطباء صدیوں سے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حبیب جاں نثار "افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ابوبکر بن الصدیق رضی اللہ عنہ" کو ہر جمعہ کے خطبہ میں دوہراتے چلے آئے ہیں۔ آپ کی یہ انفرادیت اسلام میں حقیقت مسلمہ ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے والد کا نام عثمان ابی قحافہ تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب ساتویں پشت یعنی کعب بن لوی پر جا کر حضور رسالت مآبؐ کے نسب سے ملتا ہے۔ والدہ کا نام ام الخیر سلمیٰ بنت صخر تھا۔ سلمیٰ کی اولاد نرینہ زندہ نہ رہتی تھی۔ جب صدیق اکبرؓ پیدا ہوئے تو آپ کو سلمیٰ گود میں اٹھا کر خانہ کعبہ میں لے گئیں اور نہایت گریہ و زاری کے ساتھ سربسجود ہو کر بارگاہ رب العزت میں دعا مانگی کہ اے رب کعبہ اس بچہ کو موت سے عتیق (آزاد) فرما دے۔ دعا مقبول ہوئی۔ خدا نے آپ کو موت سے اور خدا کے رسول نے آپ کو آتش دوزخ سے آزاد کر دیا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی پیدائش حضور سید الانبیاءؐ کی ولادت مبارک کے دو سال بعد ہوئی۔ ایام طفلی ہی میں حضورؐ سے محبت اور دوستی کا سلسلہ قائم ہو گیا۔ آپ تمام مشرکانہ رسوم اور افعال مذموم سے بالذات نفور اور تمام عمر مامون و محفوظ رہے۔

ماں باپ نے آپ کا نام عبد الکعبہ رکھا مگر رسول پاکؐ نے آپ کا نام عبد اللہ قرار دیا۔ آپ اگرچہ عبد اللہ نام اور ابوبکر کنیت سے بہت مشہور ہوئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضور سید المرسلینؐ نے آپ کا خطاب سب سے پہلے تصدیق رسالت کرنے کے باعث "صدیق" مقرر فرمایا۔ چونکہ حضورؐ نے یہ خطاب وحی الٰہی اور علم نبوت کی بنا پر آپ کی ابدی انفرادیت کے لحاظ سے رکھا تھا۔ لہٰذا یہ خطاب قیامت تک کے لئے حضرت عبد اللہ ابوبکر ابن ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی خصوصی خاصہ ہو گیا۔

بیس سال کی عمر میں حضور سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے بسلسلۂ تجارت ملک شام کا سفر فرمایا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی عمر ۱۸ سال تھی۔ آپ بھی حضورؐ کے رفیق سفر تھے۔ سرحد شام پر قافلہ ایک موضع کے قریب قیام پذیر ہوا۔ حضورؐ ایک بیری کے درخت کے نیچے تشریف رکھتے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کسی ضرورت سے بحیرا راہب کے پاس جو اس موضع کا مشہور پادری تھا پہنچے۔ بحیرا راہب نے صدیق اکبرؓ سے پوچھا۔

"اس درخت کے نیچے کون شخص ٹھہرا ہوا ہے؟"

"یہ محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب ہیں" حضرت صدیق اکبرؓ نے جواب دیا۔

بحیرا راہب نے کہا یہ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا "آپ کیسے جانتے ہیں۔ آپ کو یہ علم کیونکر ہوا کہ یہ اللہ کے پیغمبر ہیں؟"

بحیرا راہب نے جواب دیا "ہماری آسمانی کتابوں میں یہ روایت درج ہے کہ یا تو حضرت مسیح علیہ السلام اس بیری کے درخت کے نیچے ٹھہرے تھے یا نبی آخر الزماںؐ اس کے نیچے قیام فرمائیں گے۔ اے صدیق میرا ایمان ہے کہ محمد ابن عبد اللہ یقیناً محمد رسول اللہ ہیں۔"

بحیرا راہب کی گفتگو سن کر اسی وقت حضرت صدیق اکبرؓ حضورؐ کی رسالت پر بعثت سے بیس سال پیشتر ایمان لے آئے اور آج تک آپ سابق الاسلام تسلیم کئے جاتے ہیں۔ آپ کی یہ شان بھی آپ کے خصائص میں سے ہے۔

آپ اونچے گھرانے کے صاحب ثروت فرد تھے۔ آپ کا شمار امراء عرب میں ہوتا تھا۔ دل میں خشیت الٰہی، آنکھوں میں مروت، بنی نوع انسان سے محبت، جذبات میں تقویٰ و طہارت، اخلاق میں فیاضی و ہمدردی اور دل جوئی کے جوہر تھے۔ منہیات و محرمات سے فطرتاً متنفر تھے۔ غریبوں کی امداد فرماتے، غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیتے۔ آفت زدوں، ستم رسیدوں اور مظلوموں کی اعانت پر مشغول ہو جاتے۔

آپ کے والد بزرگوار عثمان ابو قحافہ نے جب یہ دیکھا کہ آپ ضعیف و زار غلام خرید لیتے ہیں تو نصیحت کی کہ بیٹا! ایسے بیکار و ناکارہ غلاموں پر کیوں روپے ضائع کرتے ہو؟ جوان، تنومند، چست و چالاک غلام خریدا کرو، جن سے دشمن کی ... تو کچھ بھی حاصل ہو اور تمہاری شوکت بھی قائم رہے۔

آپ نے جواب دیا "بابا جان! آخرت میں بھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ بے کس غلام کام آئیں گے۔"

آپ کے ارشادات جو خوف الٰہی اور محبت رسالت پناہؐ کے متعلق ہیں سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپ ایمان لانے کے بعد سفر و حضر میں کسی وقت بھی جدا نہ ہوئے۔ تمام غزوات و مشاہد میں ہمراہ رکاب سعادت انتساب رہے۔ معراج کی تصدیق کفار کے مجمع میں آپ نے سب سے پیشتر فرمائی۔ ہجرت میں رفیق اور غار ثور میں ثانی اثنین اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ کے مصداق آپ ہی تھے۔ حضور اقدسؐ بیماری کی حالت میں آپ ہی کو امامت کے لئے منتخب فرماتے تھے۔ آپ نے حضورؐ کے واصل الی اللہ ہونے کے بعد حفاظت و بقائے اسلام کی وہ بیش بہا خدمت انجام دی جو تنہا آپ ہی کے لئے رب تعالیٰ نے مخصوص فرمائی تھی۔ خلافت عظمیٰ کا قیام محض آپ ہی کی حسن تدبیر کا نتیجہ تھا۔

خلیفۂ رسول اللہ ہونے کے بعد منکرین زکوٰۃ، مرتدین اسلام، مدعیان کذاب کی شورشوں سے اسلام کو ایک الٰہی جنگ سے محفوظ فرما دیا۔ آپ کے خصائص میں یہ جو رہتی دنیا تک یاد رہیں گے۔ ایام خلافت میں جو خدمات جلیلہ آپ نے انجام دیں جو درس اخلاق آپ نے امت کو دیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ بستر مرگ سے اسلام کے مستقبل کا جو انتظام فرمایا اور جس شان تدبیر سے حضرت فاروق اعظمؓ کو خلیفۂ اسلام نامزد فرمایا۔ آپ کے وہ احسانات ہیں جو اسلامیان عالم کے قلوب میں ہمیشہ ہمیشہ جاگزیں رہیں گے۔ جس طرح آپ اپنی حیات مبارکہ میں حضورؐ کے سایۂ عاطفت سے جدا نہ ہوئے اسی طرح یہ سعادت بھی آپ کے لئے مخصوص ہوئی کہ حضورؐ کے پہلوئے اقدس میں گنبد خضریٰ کے اندر ابدی استراحت سے لطف اندوز ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ آپ کے وصال کی تاریخ ہے۔ مسلمانان عالم کا فرض اولین اور نہایت ضروری ہے کہ آپ سے سچی اور خالص محبت کریں اور تعلیمات پر ان کا اتباع اور اقتدا کریں۔

اللّٰھم ارزقنا آمین

— — —

بقیہ:- اسلامی حکومت کی بنیادی خصوصیات

اور وہ مر جائیں گے۔ نیز ان کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ کو مزید شکایت پہنچی تو آپ نے ان کو کوفہ سے مدینہ طلب کیا اور حالات کی تحقیقات کی حالانکہ اس زمانہ میں ایرانیوں اور مسلمانوں کے درمیان زبردست جنگ جاری تھی۔ یہی معاملہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا جن کا ممتاز ترین صحابہ کرام میں شمار ہے۔ ان کی ایک لونڈی کا ان سے تعلق بتایا گیا۔ اس کے متعلق حضرت کو آپ سے شکایت تھی کہ وہ لونڈی کو جو کھانا کھلاتے ہیں وہ عام مسلمانوں سے بہتر ہوتا ہے۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کے بازار میں گشت کر رہے تھے۔ ایک طرف سے آواز آئی عمر! عاملوں کے لئے چند ضابطے بنا کر کیا تم اللہ کی سزا سے بچ جاؤ گے؟ تمہیں معلوم ہے کہ ایاز بن غنم جو مصر کے عامل ہیں باریک کپڑے پہنتے ہیں اور انہوں نے دروازے پر دربان مقرر کر رکھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو جو ایسے کاموں کے لئے مقرر تھے مصر بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ ایاز بن غنم کو جس حالت میں پاؤ گے اپنے ساتھ لے آؤ۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ مصر گئے۔ دونوں شکایتیں صحیح تھیں۔ حضرت ایاز بن غنم رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ حضرت ایاز باریک کرتہ پہنے ہوئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ کرتہ اتروا کر کمبل کا کرتہ پہنا دیا اور بکریوں کا ایک گلہ منگوا کر حکم دیا کہ جاؤ جنگل میں چراؤ۔ حضرت ایاز کو انکار کا حوصلہ تھا مگر بار بار کہتے تھے اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! تم کو اس میں عار کیوں ہے؟ تمہارے باپ کا نام غنم اسی لئے پڑا تھا کہ وہ بکریاں چراتا تھا۔

جو شخص کہیں کا عامل مقرر کیا جاتا تو اس کے مال اور اسباب کی فہرست مرتب کر کے رکھ لی جاتی تھی۔ جب اس کی مالی حالت میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا تھا تو اس سے مواخذہ کیا جاتا تھا۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عاملوں کی شکایت وصول ہوئی تو آپ نے ان کے مال و اسباب کا جائزہ لیا اور سب کے آدھا مال اور اسباب لے کر بیت المال میں داخل کر دیا۔ (الفاروق حصہ دوم از علامہ شبلی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار خطبہ دیا تو فرمایا۔ اے اللہ! میں تجھ کو اپنے امراء پر گواہ بناتا ہوں۔ میں نے ان کو صرف اس لئے مقرر کیا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے دین اور ان کے نبی کا طریقہ سکھائیں۔ اور ان میں عدل قائم کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے حاکم حضرت ابو موسیٰ اشعری کو ایک خط میں لکھا۔ سب سے زیادہ خوش نصیب حاکم اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جس کے سبب سے اس کی رعایا خوشحال ہو۔ اور سب سے زیادہ بدبخت حاکم وہ ہے جس کے سبب سے اس کی رعایا بدحال ہو۔ (اسلامی ریاست حصہ ۹) عدل اور انصاف قائم رکھنا، رعایا کو خوشحال بنانا اور اس بدحالی سے محفوظ رکھنا یہی اسلامی حکومت کی خصوصیات ہیں۔

اسلامی حکومت کی جو خصوصیات اوپر بیان کی گئیں۔ ان کو سامنے رکھ کر دنیا کے موجودہ نظام ہائے حکومت کو دیکھئے تو آپ کو صاف نظر آئے گا کہ دنیا کا کوئی دستور اور نظام اسلامی نظام حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور نہ کسی نظام اور دستور میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ حضرت ابوبکر حضرت عمر رضی اللہ عنہما جیسے حکمران پیدا کر سکے۔ یہ فیضان ہے اسلامی نظام حیات اور اس کے بنیادی عقائد و اعمال کا۔ دنیا کے تمام نظام و دستور مادہ پرستانہ اور دنیا دارانہ ہیں۔ ایسے نظام و دستور اولوالعزم اور عالی حکمران تو پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن حق پرست اور ایثار پسند حکمران پیدا نہیں کر سکتے۔ اگر یہ قانون فطرت ہے کہ کھار دار اور زہریلا پودا ہی ابھرے گا تو پھر قانون فطرت کے مطابق مادہ پرستانہ اور دنیا دارانہ دستور نظام سے بھی خود غرض اور مفاد پرست ہی فرمانروا پیدا ہوں گے۔ یہ کوئی نظریہ نہیں بلکہ عریاں حقیقت ہے اور موجودہ مادہ پرست دنیا کا ہر خطہ اور ہر خطے کی حکومت اور اس کے حکمران اسی حقیقت پر خود شہادت دے رہے ہیں۔ پاک سیرت، نیک کردار، حق پرست، ایثار پیشہ اور رعایا پرور حکمران اسلام ہی پیدا کر سکتا ہے جس کی بنیاد خدا پرستی اور آخرت پسندی پر ہے۔

ہمیں اپنے سوچنے کا انداز بدلنا ہوگا!!

(از:- فخرالاسلام الٰہی عفی بی اے آنرز)

ہر انسان آزاد پیدا ہوا ہے مگر ہم اس کو ہر طرف زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھتے ہیں۔ روسو کے اس مقولہ بالاقبال کا میں منکر نہیں۔ مگر میں اپنی طرف سے اس میں اتنا اضافہ ضرور کرنا چاہتا ہوں کہ یہ زنجیریں اور بیڑیاں خود انسان کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ انسان اپنی فطری آزادی کو اپنی مختلف خواہشات، اغراض اور عادات کے ہاتھوں بیچ کر اپنے پیروں میں غلامی کی بیڑیاں ڈال لیتا ہے۔ اور اس طرح ہر آدمی اپنی خواہشوں کا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔ یہ انگریزی کا مقولہ اپنی جگہ سو فیصدی صحیح کہی جا سکتی ہے کہ انسان نے اپنی حریت فکر اور آزادیٔ خیال کو جابجا عادتوں پر قربان کر دیا ہے۔ جب تک انسانوں میں اس "غلامانہ فطرت" کا احساس زندہ رہتا ہے۔ تب تک انسانوں کی یہ غلامی زیادہ سنگین نہیں ہونے پاتی۔ مگر جب ان کے اندر اس احساس کا جذبہ مردہ ہو جاتا ہے اور وہ غیر شعوری طور پر خواہشات اور عادات کی ہر آواز پر لبیک کہنے لگتے ہیں اور اسے اپنے ضمیر کی آواز سمجھنے لگتے ہیں تو ان کے سوچنے سمجھنے اور صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اور انہیں غلط فیصلہ اور غیر دانشمندانہ انداز فکر ہی صحیح معلوم ہونے لگتا ہے۔

آج ہمارا سماج ہی نہیں بلکہ پورا ملک ذہنی غلامی کی اس منزل پر پہنچ چکا ہے۔ جہاں صحیح سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت یکسر مفقود ہو جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ یورپ کے غلط افکار و خیالات ذہنوں میں اس طرح راسخ ہو گئے ہیں کہ ان کے خلاف کچھ سوچا بھی نہیں جا سکتا اور یہ ذہنی غلامی ہر فرد کے وجود کو ذہنی اور فکری اعتبار سے بیکار رہنے کا مستحق بنا چکی ہے۔

کبھی کسی نے بھی اپنے اس انداز فکر کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ سوچنے کی زحمت کی ہے کہ معاشرہ ہے کیا چیز؟ یا معاشرہ کا وجود کیسے بنتا ہے۔ یقیناً ہم نے اس کی زحمت نہیں کی ہے کیونکہ ہمارا انداز فکر اس کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ ہم آخرت جذبات کو قبول کرنے والے ذہن اور پرشکوہ الفاظ میں کہی ہوئی باتوں کو بغیر سوچے سمجھے تسلیم کر لینے کے عادی ہو چکے ہیں۔ ان حالات میں اگر کسی سے یہ کہا جائے کہ فرد و معاشرہ میں وہی رشتہ ہے جو ایک مٹی کے ہوئے کھلونے اور مٹی میں ہوتا ہے اور اسی طرح معاشرہ بھی کچھ ہم خیال و ہم نظریہ افراد کے مجموعہ کا نام ہے تو اس پر غور کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوگا۔

اس افسوسناک روش سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارا معاشرہ ذہنی بے اعتدالیوں کی کس منزل میں داخل ہو چکا ہے۔ اور ہمارا انداز فکر کتنی افسوسناک روش اختیار کر چکا ہے۔ لہٰذا ہمیں ملی وجود کو محفوظ رکھنے کے لئے سب سے پہلے اپنے ذہنی شعور کو بیدار کرنا ہوگا۔ ذہن اور دماغ پر چھائی ہوئی گرد کو دور کرنا پڑے گا۔ ساتھ ہی سوچنے کا انداز بھی بدلنا ہوگا۔ اگر ہم اب بیدار نہیں ہوئے اور اپنے انداز فکر کو نہ بدلا تو وقت کا کارواں ہمارا انتظار کئے بغیر ہمیں پیچھے چھوڑ کر بہت آگے نکل جائے گا۔ ▲▲

بقیہ:- زکوٰۃ

اتنی ہی رقم اصل مال سے پھر ادا کرے ورنہ زکوٰۃ ناقص ہوگی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ باہر جو مدارس اپنی زکوٰۃ دہلی میں خرچ کرے یا باہر دے۔ بمبئی والے اپنی زکوٰۃ بمبئی میں ادا کرے باہر نہ بھیجے۔ دہلی والے اپنی زکوٰۃ دہلی میں خرچ کرے۔ باہر نہ بھیجے۔ ہاں رشتہ داروں کو بھیج سکتا ہے۔ بلکہ بھیجنا افضل ہے۔

ہر مالدار کو اختیار ہے کہ اپنی نفل خیرات جہاں چاہے بھیج سکتا ہے اور جس مد میں چاہے استعمال کر سکتا ہے لیکن زکوٰۃ میں کسی کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے استعمال کرے۔

ناقابلِ اشاعت مضامین واپس نہیں کیے جاتے

تعارف تصوف و طریقت وغیرہ

چوتھی قسط

ہندو عقائد: ہندوؤں کے عقائد:- یہی دیوی دیوتا دنیا میں اپنے مخصوص دائروں میں حکمران تھا۔ جب دیوی دیوتا ناراض ہو جاتے ہیں تو آدمیوں اور مویشیوں میں امراض متعدی چیچک، ہیضہ، طاعون وغیرہ حوادث اور بلیات نازل کر دیتے ہیں۔ جان اور مال کی بھینٹ کرنے سے ان کا غیظ و غضب ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور ان کو ماننے والا اگر ان سے مدد چاہے تو وہ ان کی مدد کرتے ہیں۔

راجہ مہاراجہ (بادشاہ شہنشاہ) بھی ہندوؤں کے نزدیک اوتار اور مظہر خدا ہیں۔ (ترجمہ ہندی فلسفہ مطبوعہ جامعہ عثمانیہ)

سری وینکٹیشور سوامی جی کا مندر ترپتی (صوبہ مدراس) میں ہے جہاں ہندو دنیا کی منت پوری کرنے اور حاجات بر لاتے ہیں۔

(سیتی ۳۷ صفحہ ۲۷ ۵ ۵ ء)

(مرتب کتاب دعوۃ الحق کی تیسری کتاب) ہندوؤں کی تقلید میں متصوفین کے عقائد یہ ہیں:-

(۱) غوث:- یعنی فریاد رس حضرت عبدالقادر جیلانیؒ ابدال کے ماتحت (اما مین، انجاب، نقبا، نجبا، اوتاد اور ابدال) کے توسط انتظام عالم ہے۔ اور وہ لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ (شجرۃ الکون مندرجہ کتاب تحفۃ اسلامیہ از حضرت عبدالقدیر صاحب صدیقی حسرت موظف صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد)

(الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم از شاہ محمد انور علی قلندر)

(۲) حدیث یا حدیث قدسی:- (حدیث۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے کہلوایا)۔

واذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور

(جب تم حیران ہو جاؤ اپنے کاموں میں تو تم مزار والوں سے مدد چاہو۔

(صفحہ ۳۰۵ "عرفان القلوب" از مولانا حسین صاحب مطبوعہ حیدرآباد۔ یہ کتاب حضرت الحاج انوار اللہ صاحب بانی جامعہ نظامیہ شبلی گنج حیدرآباد کے ایماء پر حضرت محمد مختار الدین ... (مناقب غوث الاعظم) اور ... مخزن الاسرار ... تحریرات ... حسن الاعتقاد ... اسعد ... (صاحب قادری صوفی)

(۳) انبیاء اور اولیاء سے فریاد کرنا اور ان سے واسطے اللہ تعالیٰ سے سفارش کیجئے اور دعا فرمائیے اور خود انبیاء و اولیاء سے مراد مانگی جائے اور ان سے عفو و طلب کیا جائے۔ ان کو مظہر عون و قدرت الٰہی جان کر و مظہر عون بہ وحدت الوجود و قدرت الٰہیہ مراد رمیت و لاکن اللہ رمی) اور ان کو وسیلہ اور واسطہ بین اللہ والمخلوق مان کر وابتغوا الیہ الوسیلۃ) اتقیاء اولیاء کی نسبت ہے اور حق تعالیٰ نے انہیں قدرت و تصرف عطا فرمایا ہے۔

(صفحہ ۳ "عرفان القلوب" از مولانا حسین صاحب مطبوعہ حضرت انوار اللہ فاروقی صاحبؒ)

(۴) حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اور ہر شدت میں میری طرف توسل کرے گا میں اپنی طرف سے سب امور میں تمہارا فریاد رس (غوث) ہوں۔ اور خدا کے حضور میں مخلص ہو کر قادری الوقت ہو جاؤ۔ اور سعادت بھر دانست سے میری محبت میں زندگی گزارو۔ اے وہ شخص جس کے کرب مصائب و شدائد کی عقدہ کشائی ہو تو ہے۔ میرے گرد سات دفعہ طواف کر اور میرے حق میں تو سے توسل کر اور میری زیارت کے لیے برسا انجانی ہو کر آ۔

(صفحہ ۳۲ الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم جلد دوم از شاہ محمد انور علی قلندر)

(۵) حضرت محبوب سبحانیؒ سارے جہان کے لوگوں کے فریاد رس مستجاب الدعوات ہیں۔ امور مشکلہ میں مدد کرتے ہیں۔ اگر محبوب سبحانیؒ عالم میں موجود نہ ہوں تو انتظام عالم زیر و زبر ہو جائے (الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم از شاہ محمد انور علی قلندر)

(۶) عبدالقادر جیلانیؒ فیض رسانی ہیں۔ دونوں جہان کی کنجی ان کے پاس ہے۔

(صفحہ ۱۲ کنج الاسرار از سلطان باہو صاحب قادری صوفی)

(۷) بزرگوں گو بحق غوث اعظم دستگیر (عبدالقادر جیلانیؒ) کو مشکل کے وقت ادا کرنے کے لیے یاد کرتے ہیں تو آپ ان کی مشکل کشائی فرماتے ہیں۔

(صفحہ ۱۱ فضل ... اسرار الرحمانی از ... صاحب قادری صوفی)

(۸) بزرگوں کی ارواح طیبہ سے حصول مطالب ظاہری اور باطنی ہی استمداد چاہی اور اس مقام کے مشائخ کے مزارات کی طرف رجوع کرنے کو لازم جانے کہ ارواح طیبہ کا زندوں کی مدد کو پہنچنا ہوتی ہے۔ عراق کی طرف متوجہ ہوں۔ غوث پاک کو متوجہ (یعنی حاضر و ناظر) جان کر ان سے مدد چاہیں۔ (صفحہ ۱۹ قیمتی ۳۶ "ارشاد القادریہ" ترجمہ "تحفۃ القادری" از محمد عبدالاحد حکیم قادری اویسی مطبوعہ رضوی پریس دہلی)

(۹) مردوں میں بھی زندوں کے اوصاف پائے جاتے ہیں جن کے سبب سے زندوں کا مردوں سے مدد مانگنا درست ہے۔

(صفحہ ۱ ماہنامہ صافی حیدرآباد ماہ جولائی ۱۹۵۵ء از حکیم محمد جلال الدین کافی صاحب مولوی فاضل)

(۱۰) حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے تذکرہ میں حضرت سید محمد بادشاہ حسینی صاحب قادری صدر مجلس علمائے دکن حیدرآباد نے ارشاد فرمایا کہ یہ رضا و تسلیم کا وہ مرتبہ ہے جہاں ہے۔ بندہ کے ہاتھ قدرت کے ہاتھ بن جاتے ہیں اور ہے۔ قادر مطلق بن جاتا ہے۔ فنائیت تامہ کے درجہ سے گزر کر ذات قادر کے ساتھ بقا کے اعلیٰ مقام پر قدرت کے انوکھے کرشمے دکھانے کے لئے ایک مکمل عبد قادر کا جامہ زیب تن کرتا ہے۔ (روزنامہ رہنمائے دکن حیدرآباد مورخہ ۳ اکتوبر ۱۹۶۷ء)

اس تقریر کے ہے۔ بندہ کے ہاتھ قدرت کے ہاتھ بن جاتے ہیں۔ آیت:- وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی اور (اے محمدؐ) مٹی خاک جو آپ نے پھینکی تھی وہ در اصل آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی ہے۔ اس آیت اور آیت - ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ ط ید اللّٰہ فوق ایدیھم ج فمن نکث الخ) اللہ ... وحدت الوجود کی

اللہ اور بندہ ایک ہے۔ سند حاصل کی گئی ہے۔ قبل اس کے ان آیات کے متعلق کچھ عرض کیا جائے رگ وید کی عبارت ملاحظہ ہو۔ خالق کی قوت محبت سے نفس یعنی خواہش پیدا ہوئی نفس نے چاہا کہ ظہور میں آئے تو جسم حاصل کر کے دنیا میں ظاہر ہوا۔ یہ تصوف عقیدہ کا لب لباب ہے اس کو بہت غور و اور توجہ سے پہلے سمجھ لیجئے۔

خالق کائنات عالم کی قوت محبت نے نفس کو جنم دیا۔ اور نفس نے جسم یعنی ذات عبد کو وجود میں لایا۔ ذات عبد نے جب آتما۔ نفس کو فنا ... کر دیا تو پھر ذات عبد اور نفس دونوں فنا فی اللہ ہو گئے۔ اور محبت یعنی ذات خالق باقی رہ گئی ہے۔ یعنی ایشور یا پرماتما خدا کی قوت روح نے خواہش کو جنم دیا اور خواہش نے جسم یعنی عبدالقادر جیلانی کو وجود میں لایا۔ عبدالقادر جیلانی نے جب تمام دلی خواہشات اور لذات کو فنا کر دیا تو پھر عبدالقادر جیلانی اور خواہش دونوں فنا فی اللہ ہو گئے۔ اور روح یعنی خدا باقی رہ گیا۔

اس طرح حضرت عبدالقادر کی روح خدا میں جذب ہو گئی اور خدائی حاصل کر لی جس طرح سری کرشن جی خود ایشور (خدا) ہیں۔ اور نصاریٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں۔ یہودیوں کے نزدیک خدا مجسم انسان ہے۔ متصوفین کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبدالقادر جیلانیؒ خدا ہیں۔ یعنی بندہ جب آتما۔ نفس کو فنا کر دیتا ہے تو پرماتما کو حاصل کر لیتا ہے (بقول مولوی رشید اللہ) یعنی عبدالقادر جیلانی جب دلی خواہشات و لذات کو ترک کر دیتا ہے تو ایشور یا برہما یا خدا کو حاصل کر لیتا ہے۔

خود فنا ہونے کے بعد ذات قادر کے ساتھ بقا کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔

یعنی خود فنا ہونے کے بعد خدا کے ساتھ عرش پر فائز ہو جاتا ہے اور وہاں سے قدرت کے انوکھے کرشمے دکھاتا ہے۔ کیونکہ بندہ کے ہاتھ قدرت کے ہاتھ بن جاتے ہیں۔ رمیت و لاکن اللہ رمی۔

(رسالہ سید محمد بادشاہ حسینی صاحب صدر مجلس علماء دکن حیدرآباد صفحہ ۳) قرآن اور حدیث کہتی ہے کہ

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ قیامت تک سُلا دیئے گئے ہیں۔ (صفحہ ۳۸، ۳۹ رسالہ نمبر۱) حضرت بادشاہ حسینی صاحب قادری فرماتے ہیں کہ نبی وہ تو قیامت تک فرش پر بقید حیات ہیں اور وہاں سے اپنی قدرت کے کرشمے دکھا رہے ہیں۔ اس مقام سے متصوفین اور ان کے متوسلین میں یہ عقیدہ پیدا ہو گیا ہے کہ

بندہ / برجا
عبدالقادر جیلانی اور خدا ایک ہیں = وحدت الوجود

خدا میں جو قدرت اور اوصاف ہیں وہ سب حضرت عبدالقادر جیلانیؒ میں بھی موجود ہیں تو پھر خدا / عبدالقادر جیلانیؒ سے حاجت مانگیں یا خدا / عبدالقادر جیلانیؒ کو حاجت روا اور کارساز سمجھنا ایک ہی بات ہے کیونکہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے بالکل وحدانیت کے ذریعہ ذات قادر (خدا) کے ساتھ بقا کے اعلیٰ مقام (عرش) پر فائز ہو کر خدائی قدرت کے انوکھے کرشمے دکھا رہے ہیں۔

(حضرت سید محمد بادشاہ حسینی صاحب قادری منتظم مجلس علمائے دکن حیدرآباد)

(نوٹ:- مذہب ہنود کے پنڈتوں کی تعلیم اور حضرت بادشاہ حسینی صاحب قادری کی تعلیم میں کیا فرق ہے؟)

آیت :- رمیت و لٰکن اللّٰہ رمیٰ کا شان نزول یہ ہے کہ

جنگ بدر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہت الوجوہ (دشمنوں کے منہ پھر گئے) کہہ کر ایک مٹھی خاک دشمن کی طرف پھینکی تھی۔ صحابہؓ کے مارنے سے پہلے ہی چند کافر مر کر خود زمین پر گر گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ تیسرے آسمان کے فرشتوں کے مقتول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ مسلمانوں کو مدد دینے کا جو وعدہ فرمایا تھا پورا کیا۔ اصحاب بدرؓ نے میدان جنگ میں اپنے کئے ہوئے کارنامے فخراً بیان کرنے لگے اور اپنی ذاتی طاقت کو سبب کامیابی سمجھا تو خدا تعالیٰ نے آیت رمیت و لٰکن اللّٰہ رمیٰ نازل فرمایا کہ اے مسلمانو! نہ تمہاری طاقت سے یہ کامیابی حاصل ہوئی اور نہ تمہارے رسول کی خاک کی مٹھی پھینکنے کی تدبیر بلکہ فاعل حقیقی اور موثر اصلی حق تعالیٰ ہے۔ گو عالم اسباب میں بظاہر وہ کام آلات و وسائط ہی سے لیتا ہے رمیا کا معجزانہ عمل بھی تمام تر قدرت الٰہی کا کرشمہ ہے نہ کہ تمہارا اور تمہارے رسولؐ کا۔

چنانچہ اس آیت یہ ہے۔

فلم تقتلوھم ولٰکن اللّٰہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولٰکن اللّٰہ رمیٰ۔

(آیت ۱۷ ع ۲ سورہ انفال)

ترجمہ: (تاجر حقیقی کے مرتبہ میں اے مسلمانو!) تم نے ان (کافروں) کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی (قدرت) نے ان کو قتل کیا۔ موثر حقیقی اللہ ہے کسی کی موت واقع کرنا اللہ کے اختیار میں ہے اور (اسی طرح تاجر حقیقی کے مرتبہ میں اے محمدؐ!) خاک کی مٹھی جو آپ نے (ان کافروں کی طرف) پھینکی وہ در اصل آپ نے نہیں پھینکی بلکہ (اس مرتبہ میں) اللہ نے پھینکی۔ (کیونکہ موثر حقیقی قدرت خدا ہے۔ کنکریاں تیز و تند ہوا کے ذریعہ ڈالی گئی ایک ایک کافر کی آنکھوں رخسار میں پہنچا کر کافروں کو شکست دی۔ اے محمدؐ! تم میں یہ قدرت نہیں تھی۔ (ان پر صرف در پے کہ خاک پھینکنے کا عمل آپ کے عزم و اختیار سے صادر ہوا ہے۔ اس میں اللہ نے اعانت فرمائی) (اقتباس از بیان القرآن و بیان السبحانی تفسیر ماجدی و اعجاز القرآن)

جیسا کہ غزوہ احزاب میں گزرا۔

وکفی اللّٰہ المؤمنین القتال

(آیت ۲۵ ع ۳ سورہ احزاب)

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لے لی۔ (ترجمہ حضرت محمود الحسن رحؒ)

ورنہ جنگ بدر میں ایک ہزار کفار سے ۳۱۳ مسلمانوں کو یقیناً شکست ہو جاتی۔

آیت :- رمیت و لٰکن اللّٰہ رمیٰ کا شان نزول اور آیت کا متن ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہؓ کو بالذات کسی چیز پر قدرت حاصل نہیں ہے تو پھر حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کو بھی کسی چیز پر کوئی قدرت حاصل نہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔ تصوف میں اسکے برعکس عقیدہ قرار دیا گیا ہے کہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کو بڑی بڑی قدرتیں حاصل ہیں۔ گویا آیت قرآن سے شرک کی سند حاصل کی گئی ہے جو بہت بڑا ظلم ہے۔

رمیت و لٰکن اللّٰہ رمیٰ۔

کا یہ کلام بالکل ایسا ہے جیسے :-

کما علمہ اللّٰہ فلیکتب۔

(آیت ۲۸۲ ع ۳۹ سورہ بقرہ)

جیسا (کہ) اس کو سکھایا (کاتب صاحب) کو اللہ نے سو اس (کاتب) کو چاہیے کہ لکھ دیا کرے۔

ظاہر ہے لوگوں کو لکھنا پڑھنا تعلیم معلم اور استاد سکھاتے ہیں مگر یہاں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کاتب صاحب کو خود اللہ تعالیٰ نے لکھنا پڑھنا سکھایا ہے۔ غرض یہ ہے کہ جنگ بدر میں نصرت الٰہی شامل ربوبیت تھی۔ ایسا ہی آدمی کو تربیت کرنا بھی ربوبیت ہے۔ جب تک تائید الٰہی شامل حال اور کارفرما نہ ہو کسی کو کامیابی نہیں ہوتی اور قلب بھی حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً ہر شخص جانتا ہے کہ زراعت، تجارت، ملازمت اور حرفت گری کے ذریعہ آدمی روزی کماتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

رزقنٰھم۔ ھو الرزاق۔

اللہ رزق دیتا ہے۔ بعینہٖ یہی کیفیت آیت رمیت و لٰکن اللّٰہ رمیٰ۔ کی ہے۔ صوفی اور مشائخ نے رمیت و لٰکن اللّٰہ رمیٰ کو قرآنی مشابہ و مراد سمجھ کر تصوف وحدت الوجود کا معاملہ کر کے شریعت کی اصطلاحات میں اس کو تحریر [illegible] کہتے ہیں۔ تقریر بدل کر کاٹ دیں وہ مٹ جانے کے بعد باقی اللہ ہی باقی رہ جاتا ہے چنانچہ مذہب سے جو بھی بعد تمام دنیوی خواہشات و لذات کو ترک کر دیتا ہے وہ اس کی ذات میں داخل ہو کر جمعیت حاصل کر لیتی ہے۔ اور فانی انسان غیر فانی ہو جاتا ہے۔ اور برہما کو حاصل کر لیتا ہے۔

(صفحہ ۸ مخزن رسالہ نمبر۱)

بتاریخ ۱۶ جولائی ۱۹۵۶ء سالار جنگ ایم۔ کالج حیدرآباد میں سوامی رنگ ناتھ آنند نے فرمایا تھا۔

"برہما انسانی آتما کی تکمیل فن کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔"

(روزنامہ رہنمائے دکن حیدرآباد مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۵۰ء)

مطلب یہ ہے کہ تمام دنیوی خواہشات و لذات کو ترک کر دینے سے خدا مل جاتا ہے۔

چونکہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے بھی اپنی تمام دنیوی خواہشات و لذات کو ترک فرما دیا۔ (صفحہ ۱ رسالہ نمبر۱) اس لئے وہ انسانی فنا کے قدرتی قاعدہ مقررہ خاک میں ملنے سے مستثنیٰ ہو کر بطور خاص غیر فانی ہو گئے ہیں۔ اور ذات قادر (خدا) کے ساتھ بقا کے اعلیٰ مقام (عرش) پر فائز ہیں۔ اور وہاں سے اپنی قدرت کے انوکھے کرشمے دکھا رہے ہیں اللہ کی قدرت کے ساتھ ہو گئے ہیں ان کو خدائی حاصل ہو گئی ہے۔ حضرت سید محمد بادشاہ حسینی صاحب قادری منتظم مجلس علمائے دکن حیدرآباد کی مذکورہ صدر تحریر و تقریر کا خلاصہ یہ مطلب ہے۔ (صفحہ ۳ رسالہ نمبر۱)

قرآنی آیت :- **رمیت و لٰکن اللّٰہ رمیٰ** کے صحیح مطلب و مقصد کو غلط مطلب کے ساتھ مخلوط کر کے یہ مرکب تیار ہوا ہے۔ اور تصوف نے حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کو غوث الاعظم دستگیر (بڑے فریادرس مددگار) اور غوث الوریٰ (سب فریاد رسوں کے فریادرس) بنا دیا ہے۔ اور المدد یا غوث الاعظم دستگیر کے جھنڈے مسلمانوں کے گھروں پر لہرا رہے ہیں۔ حیات النبی، حیات الاولیاء اور ان کا عالم غیب، حاضر و ناظر ہونا۔ ان کی ارواح کا مجالس درود و سلام میں حاضر ہونا جیسے عقیدے مسلمانوں میں پیدا ہو گئے ہیں۔ جیسے مسلمان یہ نہیں جانتے کہ تصوف کی کرشمہ سازیاں اسلام قرآن مجید کی تعلیم سے مختلف اور برعکس ہیں۔ چونکہ بزرگوں کا تعلق تصوف سے رہا ہے۔ بس اسی بنیاد پر مسلمان تصوف کے عقیدت مند ہیں اور تصوف کو اپنے سینوں سے لگائے رکھا ہے۔ انہیں خبر نہیں اس کا کیا انجام ہوگا۔ (باقی آئندہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

▲ دنیاوی زندگی ختم کرنے کے بعد اخروی زندگی میں جب عدالت عالیہ قائم ہوگی۔ اس دن سب سے بڑا مجرم اور سب سے سخت سزا کا مستحق وہ حکمران ہوگا جس کو اللہ نے اپنے بندوں کا سربراہ بنایا لیکن اس نے حکومت میں عدل کے بجائے جور و ستم سے کام لیا۔

▲ مل کر رہو ایک دوسرے کے خلاف بدگمانی کرو بغض مت کرو۔

▲ اصل نقل یہ ہے کہ لوگوں سے محبت کرے اس طرح کہ حق ترک نہ کیا جائے۔

▲ اس شخص کی صحبت میں خیر نہیں جو تیرے لئے وہ نہ چاہے جو تو اس کے لئے چاہتا ہے۔

▲ جماعت رحمت ہے۔ متفرق ہونا عذاب ہے اللہ کی رضا میں دو بھائی ہو جاؤ۔

▲ ساری مخلوق عیال اللہ ہے اور اللہ سب سے زیادہ محبت اس سے کرتا ہے جو اللہ کی مخلوق کو سب سے زیادہ چاہتا ہے۔

وزیر اعظم کا قومی امدادی فنڈ

انڈین آئیل کارپوریشن کی طرف سے ۵۰ ہزار روپے کا عطیہ

نئی دہلی:- انڈین آئیل کارپوریشن نے سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں امدادی کاموں کے لئے وزیر اعظم کے قومی امدادی فنڈ میں ۵۰ ہزار روپے کا عطیہ دیا ہے۔ کارپوریشن کے صدرنشین شری این این کشیپ نے یہاں کارپوریشن کی طرف سے وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کو ایک چیک پیش کیا۔ انڈین آئیل کارپوریشن ہمیشہ ملک کے مختلف حصوں میں سیلاب یا خشک سالی سے متعلق امدادی کاموں میں حصہ لیتی رہتی ہے۔ اس نے کوئنہ کے زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں مٹی کا تیل پہنچایا اور متاثرہ عوام کی امداد کے لئے چالیس ہزار روپے کا عطیہ دیا۔

ہندوستانی ریلوں پر ٹریفک اور آمدنی

نئی دہلی:- وزارت ریلوے (ریلوے بورڈ) کا ایک پریس نوٹ مظہر ہے کہ جولائی ۱۹۶۸ء میں ریلوے کی جانب سے ۱۳ء۳۱۳ ملین ٹن باربرداری ٹریفک کی گئی جو کہ جولائی ۱۹۶۷ء سے ۱۱ء۲ فیصد زیادہ ہے۔ جاری مالی سال کے ابتدائی چار ماہ میں ہندوستانی ریلوں نے پچھلے سال کی بہ نسبت تقریباً ۱ء۹۰ ملین ٹن مال زیادہ ڈھویا۔

مالی سال کے بجٹ میں مسافروں کی تعداد میں تقریباً ۳ فیصد اضافہ کی توقع تھی۔ تاہم جولائی ۱۹۶۸ء میں جولائی ۱۹۶۷ء کی بہ نسبت تقریباً ۵ء۲ فیصد کم مسافر بک کئے گئے۔

ہندوستانی ریلوں پر جولائی ۱۹۶۸ء کے دوران میں تقریباً ۷۰ کروڑ ۴۴ لاکھ روپے کی مجموعی آمدنی ہوئی۔ ۶۹-۱۹۶۸ء کے ابتدائی چار ماہ میں ہندوستانی ریلوں کی کل مجموعی آمدنی تقریباً ۲۹۶ کروڑ ۱۱ لاکھ روپے رہی جو کہ پچھلے سال کی بہ نسبت ۵ کروڑ ۹۰ لاکھ روپے زیادہ ہے۔

چھوٹی کاریں بنانے کا پراجکٹ

نئی دہلی:- مرکزی وزیر صنعتی ترقیات و کمپنی امور شری فخرالدین علی احمد نے کہا ہے کہ چھوٹی کاریں بنانے کے لئے خانگی شعبے میں ایک کارخانے کے قیام کی تجویز منصوبہ بندی کمیشن کے زیر غور ہے۔ انہوں نے یہ امید ظاہر کی کہ آئندہ پنجسالہ منصوبے میں یہ تجویز شامل کرلی جائے گی۔

اپنی وزارت سے وابستہ پارلیمنٹ کی غیر رسمی مشاورتی کمیٹی کے ارکان کو شری فخرالدین نے بتایا کہ ان کا خیال ہے کہ اس کارخانے میں ہر سال ۵۰ تا ۶۰ ہزار کاریں بنانے کی صلاحیت ہونی چاہئے۔ تبھی یہ کارخانہ معاشی اعتبار سے مستحکم بن سکتا ہے۔

جب تک چھوٹی کاریں زیادہ تعداد میں تیار نہ کی جائیں اس وقت تک صارفین کو کم قیمت پر کاریں فراہم کرنا ممکن نہیں ہوسکتا۔

ارشادات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

- ▲ وہ مسلمان جو لوگوں سے گھل مل کر رہے اور ان کی اذیتوں پر صبر کرے اس سے بہتر ہے جو لوگوں سے گھل مل کر نہ رہے اور ان کی اذیتوں پر صبر نہ کرے۔
- ▲ جب تم فجر کی نماز پڑھ لو تو اپنی روزی کی تلاش سے غافل ہو کر سوتے نہ رہو۔
- ▲ دنیا کے کاموں میں ایسی کوشش کرو گویا تم ہمیشہ زندہ رہوگے اور آخرت کے لئے اس طرح عمل کرو گویا کہ تم کل ہی مرجاؤ گے۔
- ▲ دنیا کی شرافت دولتمندی اور آخرت کی شرافت پرہیزگاری ہے۔
- ▲ اپنی دنیا کو بہتر بناؤ اور آخرت کے لئے اس طرح کام کرو گویا تم کل ہی مرجاؤ گے۔
- ▲ بعض گناہوں کا کفارہ روزی کمانے میں مغموم و متفکر رہنا ہے۔
- ▲ فقیری اور تنگدستی سے اللہ کی پناہ مانگو۔
- ▲ جو شخص دنیا کو جائز طریقے سے حاصل کرتا ہے تاکہ سوال سے بچے اور اہل و عیال کی کفالت کرے اور ہمسایہ کی مدد کرے تو قیامت کے دن جب وہ اٹھے گا تو اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن رہے گا۔
- ▲ جو والدین کے لئے محنت کرتا ہے وہ اللہ کی راہ میں کام کرتا ہے اور جو اہل و عیال کے لئے محنت کرتا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں کام کرتا ہے اور جو اپنے نفس کو فقر و فاقہ سے بچانے کے لئے کام کرتا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں کام کرتا ہے۔ اور جو فخر و مباہات کے لئے محنت کرتا ہے وہ شیطان کی راہ میں کام کرتا ہے۔
- ▲ جس عالم کے علم سے فائدہ اٹھایا جائے وہ ہزار عابد سے بہتر ہے۔
- ▲ جو شخص کوشش کرے گا اس کو (اس کی کوشش کا) پھل ملے گا۔ اور ہر کوشش کرنے والے کو کچھ نہ کچھ ملتا ہی ہے۔
- ▲ عمل کرو ہر شخص کے لئے وہ کام آسان ہے جس کی وہ صلاحیت رکھتا ہے۔

سوازی لینڈ کا حصول آزادی

وزیر اعظم کا پیغام تہنیت

نئی دہلی:- وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے سوازی لینڈ کے وزیر اعظم شہزادہ ماکھوسینی دلامینی کو ان کے ملک کو آزادی ملنے کے موقع پر حسب ذیل تہنیتی پیغام بھیجا ہے:-

"سوازی لینڈ کو آزادی ملنے کے مبارک موقع پر میں ہندوستان کی حکومت اور عوام کی طرف سے آپ کی خدمت میں اپنی پرجوش مبارکباد اور نیک خواہشات پیش کرتے ہوئے بڑی خوشی محسوس کررہی ہوں۔ ہماری دعا ہے کہ سوازی لینڈ کے عوام آپ کی قابل رہنمائی میں خوشحالی و ترقی حاصل کریں گے۔

ہم دونوں ممالک کے درمیان روز افزوں دوستی اور اشتراک و تعاون کی امید رکھتے ہیں۔"

عبدالعزیز رحمانی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر
نے دائرہ الکٹرک پریس حیدرآباد میں
چھپوا کر دفتر عزیز گنی گلی کرنول سے شائع کیا۔

REGD, NO: H-494
خریداری نمبر
FROM
AZIZ FORTNIGTLY KURNOOL (A.P.)